مسئلہ تحریف قرآن

پر دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

کا تحقیقی فتوی

مصحح

حضرت مولانا مفتی عبد المجید دین پوری مدظلہ العالی

نائب رئیس دار الافتاء و استاذ حدیث

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مرتب

مفتی محمد انعام اللہ بنوری

متخصص جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

پیش لفظ

۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۰۰۵ء میں درالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں ایک شیعہ نے استفتاء جمع کرایا جس میں انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ "ہم شیعہ تحریف قرآن کے نہ پہلے کبھی قائل تھے اور نہ ہی اب قائل ہیں یہ ہمارے اوپر بے جا الزام ہے اور انتہائی دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے محافظین قرآن اہلسنت والجماعت پر تحریف قرآن کا الزام لگایا ہے اور اس کیلئے ہماری کتابوں سے کچھ عبارات توڑ مروڑ کر نقل کیے ہیں۔

زیر نظر رسالہ میں اس جرم کے حقیقی مرتکب کو واضح کیا گیا ہے نیز یہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ بنوری ٹاؤن کے درالافتاء سے بطور ایک فتویٰ کے جاری ہوا ہے نیز رسالہ کے شروع میں اس شیعہ جناب کے سوالات کو رکھا گیا اور بعد میں بالتفصیل اسکی وضاحت کی گئی ہے

اللہ تعالیٰ اس سعی کو نفع الخلق کیلئے قبول فرمائیں۔

مفتی محمد انعام اللہ خان بنوی
مکان نمبر S17/C
03330728234, 03333428033

کتبہ
محمد انعام اللہ خان بنوی

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید دین پوری دامت برکاتہم

نائب رئیس دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں ایک تفصیلی استفتاء جمع کرایا گیا جس میں شیعوں کی طرف تحریف قرآن کے عقیدہ کی نسبت کو غلط قرار دیا گیا اور ساتھ ہی اہل سنت والجماعت (کثر اللہ سوادھم) کے علماء کے کتب سے فرضی طور پر تحریف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔

اس کا مدلل و مفصل جواب عزیز محترم مولانا انعام اللہ زید علمہ نے موثر انداز میں دیا اور ان کے عقیدۂ تحریف کو ان کی کتب سے بھرپور انداز سے ثابت کیا ہے اور علمائے اہل سنت پر ان کے کذب وافترا کا پردہ چاک کیا ہے۔

عزیز موصوف نے اس استفتاء اور جواب کو اپنے طور پر کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا جس کے لیے یہ چند حروف لکھ دیے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالہ ہذا کو قبول فرمائے اور قائلین تحریف کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

محمد عبدالمجید دین پوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

MUFTI MUHAMMAD ABDUL MAJEED
DEEN PURI
Vice Principal Darul Iftaa
Jamia-tul-Uloom-il-Islamiyyah Allama Banuri Town
Karachi 74800 P.O. Box 3465 (Pakistan)
Phone: 4923352, 4913570 Fax: 4919573

مفتی محمد عبدالمجید دین پوری
نائب رئیس دار الافتاء

Date: ....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں ایک تفصیلی استفتاء جمع کرایا گیا جسمیں شیعوں کی طرف تحریف قرآن کے عقیدہ کی نسبت کو غلط قرار دیا گیا اور ساتھ ہی اہل سنت والجماعت (کثر اللہ سوادھم) کے علماء کی کتب سے فرضی طور پر تحریف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔

اس کا مدلل و مفصل جواب عزیز محترم مولانا انعام اللہ زید علمہ نے مؤثر انداز میں باحسن ان کے عقیدہ تحریف کو ان کی کتب سے بھرپور انداز سے ثابت کیا ہے اور علماء اہل سنت پر ان کے کذب و افتراء کا پردہ چاک کیا ہے

عزیز موصوف نے اس استفتاء اور جواب کو اپنے طور پر کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا جس کے لئے یہ چند حروف لکھ دیئے

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالہ ھذا کو قبول فرمائے اور قائلین تحریف کیلئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔



شیعہ اور عقیدۂ تحریف قرآن

عالم تشیع کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ شیعوں میں "مذہبی حیثیت" سے کسی دور میں نہ تحریف قرآن کا عقیدہ تھا اور نہ آج ہے۔ ہم تو قرآن کریم کے "ب" کے نقطے تک کو نہیں چھوڑ سکتے۔ دو چار افراد اگر کسی قسم کا تصور رکھتے ہیں تو وہ ان کا ذاتی نظریہ ہے جسے مذہبی عقیدہ کا نام نہیں دیا جا سکتا ہے۔ مذہبی عقیدہ کے لئے حسب ذیل ارشادات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

(۱) حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

"ہم نے بندوں کو حکم نہیں بنایا بلکہ قرآن کو حکم بنایا ہے اور قرآن وہی ہے جو بین الدفتین مسطور ہے۔ وہ زبان سے نہیں بولتا بلکہ اس کے لئے ترجمان کی ضرورت ہے۔"

(نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۷ رحمانیہ مصر)

(۲) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"قرآن کلام خدا کتاب خدا اور وحی و تنزیل خدا ہے۔ یہی وہ کتاب ہے کہ جس کے قریب بھی باطل کا گذر نہیں ہے، نہ اب کوئی اس کو باطل قرار دینے والا ہے اور نہ ہی پہلے تھا یہ حکیم و حمید خدا کا نازل کردہ ہے)۔"

(امالی الشیخ الصدوق ص ۵۴۵ طبع ایران۔)

آج قرآن مجید کے متعدد قلمی نسخے حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور

امام زین العابدینؑ کے قلم مبارک سے لکھے ہوئے ابھی تک کتاب خانہ امام رضا مشہد مقدس ایران میں محفوظ ہیں جن کی ترتیب بعینہ موجودہ قرآن کے عین مطابق ہے۔ آج کسی شیعہ مسجد، امام بارگاہ، اور گھر میں دعوت عام ہے کہ جا کر دیکھیں کہ آیا اس قرآن میں اور جو اہل سنت کے ہاں ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی پائی جاتی ہے۔ اس کے باوجود شیعہ پر تحریف قرآن کا الزام لگانا پرلے درجے کی حماقت کے سوا اور کچھ نہیں۔

حسب ذیل علماء شیعہ نے انکار تحریف کیا ہے:

۱۔ شیخ المحدثین ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین الصدوق (متوفی ۳۸۱ھ) جنہوں نے انکار تحریف کو مذہب کے ضروریات میں قرار دیا (حاشیہ باب حادی عشر۔)

۲۔ عمید الطائفہ محمد بن محمد بن النعمان المفید (۴۱۳ھ) کتاب اوائل المقالات۔

۳۔ الشریف المرتضیٰ علم الہدیٰ علی بن الحسین (۴۳۶ھ) اجوبۃ المسائل المطر المبیات۔

۴۔ شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی (۴۶۰ھ) مقدمہ تفسیر البیان جلد ۱ ص ۳۔

۵۔ ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی (۵۴۸ھ) مجمع البیان جلد ۱ ص ۱۵۔

۶۔ جمال الدین ابو منصور الحسن بن یوسف بن المطہر الحلی (۷۲۶ھ) اجوبۃ المسائل المہنادیہ۔

۷۔ محقق احمد اردبیلی (۹۹۳ھ) مجمع الفائدہ جلد ۲ ص ۲۱۸۔

۸۔ الشیخ الکبیر کاشف الغطاء (۱۲۲۸ھ) کشف الغطاء کتاب القرآن من الصلوٰۃ۔

۹۔ السید شرف الدین العاملی (۱۳۸۱ھ) فی المہمہ ص ۱۶۳۔

۱۰۔السید محسن الامین العاملی۔(۱۳۸۱ھ)اعیان الشیعہ جلد۹ص ۴۱۔

۱۱۔السید العلامہ الطباطبائی (۱۴۰۲ھ)تفسیر المیزان جلد۱۲ص ۱۰۶۔۱۳۷۔

۱۲۔السید الخمینی۔تہذیب الاصول جلد۲ص ۱۶۵۔

۱۳۔السید ابوالقاسم الخوئی (۱۴۱۳ھ)البیان ص ۲۱۵،ص ۲۵۴۔

(نوٹ: حوالے ۱ تا ۱۳ ماخوذ کتاب رمضان ۱۴۱۸ھ علامہ سید ذیشان حیدر جوادی طاب ثراہ۔طبع تنظیم المکاتب ہندوستان۔)

۱۔قرآن میں چار حروف غلط ہیں۔

(المصاحف ابی بکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان لبنان۔ص ۴۲ تا ۴۳۔)

۲۔سورۃ الحمد میں عمر ابن خطاب نے اضافہ کیا صراط الذین انعمت کے بدلے میں صراط من انعمت علیھم المغضوب علیھم و غیر الضالین۔

(المصاحف ابی بکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان لبنان۔ص ۶۰۔)

۳۔قرآن میں لفظی تحریف کی گئی۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری الجزء الثالث۔ص ۳۹۵۔)

۴۔آیت رجم موجودہ قرآن میں نہیں ہے۔

(مسند الامام احمد بن حنبل جلد السادس۔ص ۲۶۹۔)

۵۔صحابہ کی رائے کے خلاف اگر کوئی آیت ہو تو اس کو منسوخ جانو۔

(اصول الکرخی امام عبیداللہ بن حسن کرخی ص ۳۴۔)

۶۔ سورۃ الحمد میں عمر ابن خطاب غیر الضالین پڑھتے تھے۔

(الدر المنثور للسیوطی الجزء اول ص ۱۵۔)

۷۔ عائشہ کہتی ہیں کہ "رجم اور رضاعت کی آیت قرآن میں نازل ہوئی تھی وہ ایک کاغذ میں میرے بستر کے نیچے رکھی تھی جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی او رہم مشغول ہوئے تو گھر میں ایک بکری گھس گئی اور اس نے وہ کاغذ کھالیا۔"

(سنن ابن ماجہ (اردو) اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی جلد اول صفحہ ۵۴۳۔)

۸۔ عائشہ سے روایت ہے کہ آیت "عشر رضاعات معلومات" اور معنی اس کے دس گھونٹ معلوم کے یہ ہے حرام کرتے ہیں نکاح کو پھر منسوخ ہوگئی پہلی آیت سے یعنی پانچ گھونٹ خمس معلومات پھر وفات پائی رسول اللہ ﷺ نے اور وہ آیت قرآن میں پڑھی جاتی تھی مگر اب قرآن میں یہ آیت نہیں ہے۔

(سنن نسائی شریف مترجم اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی۔ جلد دوم کتاب النکاح ص ۴۲۳۔)

۹۔ سورہ آل عمران آیت ۱۴۴: عبد اللہ ابن مسعود اور ابن عباس کی قراۃ میں "الرسل" نہیں "رسل" تھا۔

(تفسیر عثمانی ترجمہ شیخ الہند محمود الحسن تفسیر شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی، جلد اول ص ۲۲۹۔)

۱۰۔ سورۃ النساء آیت ۱۲: متعدد صحابہ کی قراۃ ولہ اخ او اخت کے بعد من الام کا کلمہ صریح موجود تھا جواب نہیں ہے۔

(ایضاً ص ۲۵۹۔)

۱۱۔سورہ الانعام آیت نمبر ۱۵۸ ابن المنیر وغیرہ محققین کے نزدیک۔ لا ینفع نفساً ایمانہا او کسبہا خیرا الم تکن آمنت من قبل اولم تکن کسبت فی ایمانہا خیراً تھا۔ "او کسبہا خیرا" اب نہیں ہے۔

(ایضاً۔ص ۴۴۳۔)

۱۲۔سورہ مریم آیت ۵۵ عبداللہ ابن مسعود کے مصحف میں اھلہ کی جگہ قومہ تھا جواب نہیں ہے۔

(ایضاً، جلد دوم ص ۶۹۔)

۱۳۔سورہ النور آیت ۲: آیت رجم پہلے قرآن میں تھی جواب نہیں ہے۔

(ایضاً، جلد دوم ص ۱۷۴۔)

۱۴۔سورۃ العنکبوت آیت ۱۱: ابن عباس کے نزدیک لیعلمن اللہ کے بجائے لیرین اللہ۔

(حوالہ تفسیر ابن کثیر، ایضاً ص ۲۹۸۔)

۱۵۔سورہ احزاب آیت تطہیر بحوالہ مسند احمد پنجتن پاک کے نام صریحاً۔

(ایضاً ص ۳۵۴۔)

۱۶۔سورہ احزاب آیت ۶: ابن ابی کعب کی قرآت میں آیت النبی اولیٰ بالمومنین کے ساتھ وھواب لھم تھا۔

(ایضاً ص ۴۴۳۔)

۱۷۔سورہ یٰسین آیت ۳۵: لیا کلوا من ثمرہ وما عملتہ ایدیھم

افلا یشکرون ابن مسعود کی قرات میں "مما عملته ایدیهم" ہے۔
(ایضاً ص ۴۰۶۔)

۱۸۔ سورہ الصافات آیت ۱۳: سلام علی ال یاسین، بعض نے اس کو آل یسین بھی پڑھا ہے۔

(ایضاً، ۴۲۷۔)

۱۹۔ سورہ الزمر آیت ۵۳: "ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا" کو "لمن یشاء" کے ساتھ مقید سمجھنا۔

(ایضاً ص ۴۶۰۔)

۲۰۔ سورۃ المومن آیت ۶: انھم اصحاب النار کو لانھم سے معنی لی گئی ہیں۔

(ایضاً ص ۴۶۸۔)

۲۱۔ سورہ الشوریٰ آیت ۲۳: قربیٰ سے مراد بعض علماء نے اہل بیت نبوی کی محبت مراد لی ہے۔

(ایضاً ص ۵۱۲۔)

۲۲۔ سورہ الحدید آیت ۲۹: "لئلا یعلم" اصل میں "لکی یعلم" ہے۔
(ایضاً ص ۶۵۳۔)

۲۳۔ سورہ طلاق آیت ۶: اسکنو ھن من حیث سکنتم من وجدکم۔ مصحف ابن مسعود میں یہ آیت اس طرح تھی اسکنوھن من حیث سکنتم وانفقو علیھن من وجدکم۔

(ایضاً ص ۷۰۰۔)

۲۴۔معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور والناس) ابن مسعود ان دو سورتوں کو اپنی مصحف میں نہیں لکھتے تھے۔

(ایضاً، ۸۶۰۔)

۲۵۔معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی کہ ایک کام کیا نہیں اور خیال ہوتا تھا کر چکے ہیں، کئی مرتبہ نماز میں سہو ہو گیا۔

(ایضاص ۸۶۰۔)

۲۶۔زید بن ثابت نے جب قرآن جمع کیا دور ابو بکر میں تو ہر آیت کے لئے دو گواہ طلب کرتے تھے صرف ابی خزیمہ انصاری کی ایک گواہی کافی سمجھتے تھے۔

(اتقان فی علوم القرآن للسیوطی طبع ادارہ اسلامیہ لاہور پاکستان ۱۹۸۲ء جلد اول ص ۱۵۷۔)

۲۷۔جب عمر ابن خطاب نے آیۃ رجم پیش کی تو اسے نہیں لکھا کیونکہ اس بارے میں تنہا عمر کے سوا اور کوئی شہادت بہم نہیں پہنچی۔

(ایضاً ص ۱۵۷۔)

۲۸۔جب کفار مکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آج اور چل کر ہمارے دیوتاؤں کو چھو لو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے دین میں داخل ہو جائیں" (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دل سے چاہتے تھے کہ ان کی قوم کسی طرح اسلام قبول کر لے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ان کی بات پر مائل ہو گیا اس وقت خداوند کریم نے آیت نازل فرمایا "وان کادوا لیفتونک عن الذی اوحینا الیک۔"

(ایضاً ص ۸۲۔)

۲۹۔ سورہ براۃ طوالت میں سورۃ البقرہ کے ہم پلہ تھی۔ سورہ برأت میں اس وقت ۱۲۹ آیات ہیں۔ اور سورۃ بقرۃ میں ۲۸۶ آیات ہیں۔

(ایضاً، ص ۱۷۱۔)

۳۰۔ ابن مسعود نے چونکہ اپنے مصحف میں معوذتین کو نہیں لکھا ہے اس لئے اس میں ۱۱۲ سورتیں ہیں اور ابی بن کعب کے مصحف میں ۱۱۶ سورتیں ہیں اس لئے کہ انہوں نے آخر میں سورالحفد اور الخلع دو سورتیں بڑھادی ہیں۔

(ایضاً، ص ۱۷۱۔)

۳۱۔ حدثنا اسمعیل بن ابراھیم عن ایوب عن نافع عن عبداللہ ابن عمر ابن خطاب کہ ابن عمر نے کہا "بے شک تم لوگوں میں سے کوئی شخص یہ بات کہے گا کہ "میں نے تمام قرآن اخذ کرلیا ہے۔" بحالیکہ اسے یہ بات معلوم ہی نہیں کہ تمام قرآن کتنا تھا۔ کیونکہ قرآن میں سے بہت سا حصہ جاتا رہا۔"

(الاتقان فی علوم القرآن علامہ جلال الدین سیوطی جلد دوم، صفحہ ۶۴۔)

۳۲۔ عن عائشہ فرمایا "رسول اللہ ﷺ کے ایام میں سورۃ الاحزاب دو سو آیتوں کی پڑھی جاتی تھی پھر جس وقت عثمان نے مصاحف لکھے اس وقت ہم نے اس سورت میں بجز موجودہ مقدار (۷۳ آیات) اور یہ کچھ نہیں پایا۔

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۶۴۔)

۳۳۔ زر بن حبیش نے کہا کہ ان سے ابی بن کعب نے دریافت کیا "تم سورۃ الاحزاب کو کس قدر شمار کرتے ہو؟" ۔ زر بن حبیش نے جواب دیا "بہتر (۷۲) یا تہتر (۷۳)۔" ابی بن کعب نے کہا "اگر چہ یہ سورۃ البقرہ (۲۸۶ آیات) کے معادل

تھی۔اور اگرچہ اس میں آیت رجم کی قرأت کیا کرتے تھے۔" زر نے دریافت کیا آیت رجم کیا تھی۔" ابی بن کعب نے کہا "اذا زنا الشیخ و الشیخة فار جموهما البتة نکالا من الله و الله عزیز حکیم.

(الاتقان فی علوم القرآن علامہ جلال الدین سیوطی، جلد دوم، صفحہ ۶۴۔)

۳۴۔ابن ابی حمید عن حمیدة بنت ابی یونس اس نے کہا "میرے باپ نے جس کی عمر ۸۰ سال کی تھی مجھ کو عائشہ کے مصحف سے پڑھ کر سنایا "ان اللـــــه ملائکته......" وعلی الذین یصلون الصفوف الاول" ۔راویہ نے کہا یہ آیت عثمان کے مصاحف میں تغیر کرنے سے قبل یوں ہی تھی۔

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۶۵۔)

۳۵۔ابی موسیٰ الاشعری نے کہا ایک سورہ، سورۃ براءت کی مثل نازل ہوئی تھی۔پھر وہ سورہ اٹھالی گئی (دور عثمان میں) اور اس میں سے مجھ کو اتنا حصہ یاد رہا "ان الله سیود هذا الدین باقوام لا خلاق...... الخ."

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۶۵۔)

۳۶۔ابن ابی حاتم نے ابوموسیٰ اشعری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "ہم ایک سورہ پڑھا کرتے تھے کہ جس کو ہم مسبحات سورتوں میں سے ایک سورۃ کے مشابہ قرار دیتے تھے ہم اس کو بھولے نہیں بجز اس کے کہ میں نے اس میں سے اتنا ہی یاد رکھا ہے یا ایها الـذیـن آمنوا لا تقولو مالا تفعلون فتکتب شهادة فی عنا قهم فتسألون عنها یوم القیامة.

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۶۵۔)

۳۷۔ عدی بن عدی نے کہا کہ عمر نے کہا ہم لوگ پڑھا کرتے تھے "لا ترغبوا عن ابائکم فانه کفر بکم" جواب نہیں ہے۔

(ایضاً، جلد دوم، ص ۶۶۔)

۳۸۔ عمر ابن خطاب نے عبدالرحمٰن بن عوف سے سوال کیا "کیا قرآن میں یہ نہیں تھا، ان جاهدوا کما جهدتم اول مرة" کیونکہ ہم اس کو نہیں پاتے" عبدالرحمٰن نے جواب دیا ہاں یہ بھی منجملہ ان آیات کے حذف ہو گئی ہے جو کہ قرآن میں سے حذف کی گئیں۔

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۶۶۔)

۳۹۔ حسین بن المناری نے اپنی کتاب الناسخ والمنسوخ میں بیان کیا ہے کہ منجملہ ان چیزوں کے جن کی کتابت قرآن سے نکال دی گئی ہے مگر اس کی یاد دلوں سے اٹھائی نہیں گئی۔ نماز وتر میں پڑھی جانے والی قنوت کی دو سورتیں ہیں اور وہ سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد کہلاتی ہیں۔

(الاتقان فی علوم القرآن ادارہ اسلامیات لاہور طبع اگست ۱۹۸۲ء جلد دوم صفحہ ۶۶۔)

۴۰۔ مستدرک میں حذیفہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا "جو تم پڑھتے ہو اس کا ایک چہارم ہے" یعنی سورہ براءت کا۔

(ایضاً، جلد دوم، ۶۶۔)

۴۱۔ صحیحین میں انس کی روایت ہے ان بیر معونہ کے اصحاب کے قصہ میں جو قتل کر دیئے گئے تھے بارے میں کچھ قرآن نازل ہوا تھا اور ہم نے اس کو پڑھا بھی یہاں تک وہ نکال دیا گیا اور وہ قرآن یہ تھا "ان بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا

فرضی عنا وارضنا۔

(ایضاً، جلد دوم، ص ۶۶۔)

۴۲۔ ابن الضریس نے کتاب فضائل القرآن میں یعلی بن حکیم کے واسطہ سے زید بن اسلم کی یہ روایت درج کی ہے کہ "عمر بن خطاب نے لوگوں کو خطبہ سنانے کے اثناء میں کہا، تم لوگ آیت رجم کے بارے میں کوئی شکایت نہ کرو کیونکہ یہ آیت حق ہے اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ اس کو مصحف میں بھی لکھ دوں پھر میں نے ابی بن کعب سے اس کے متعلق رائے لی تو انہوں نے کہا" کیا جس وقت میں (ابی بن کعب) اس آیت کی قرأت رسول اللہ ﷺ سے سیکھ رہا تھا اس وقت تم ہی (یعنی عمر بن خطاب) نے آکر میرے سینہ پر ہاتھ نہیں مارا اور یہ نہیں کہا، تو رسول اللہ ﷺ سے یہ آیت رجم پڑھنا سیکھتا ہے اور لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ گدھوں کی طرح اس کام (زنا) میں مشغول رہتے ہیں۔" (واضح رہے یہ زمانہ رسول ﷺ کی حالت ہے)۔

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۶۸ تا ۶۹۔)

۴۳۔ طبرانی نے عمر ابن خطابؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قرآن کے دس لاکھ ستائیس حروف ہیں۔

(ایضاً، جلد اول، ۱۸۷۔)

۴۴۔ بہت سے لوگوں نے قرآن کے کلمات کا شمار ستتر ہزار نوسو تینتیس (۷۷۹۳۴) بتایا ہے۔ بعضوں نے ہزار کے عدد سے نیچے چار سو سینتیس (۴۳۷) کچھ لوگوں نے دوسو ستتر (۲۷۷) کلمات بیان کئے ہیں۔

(ایضاً، جلد اول، ص ۱۸۷۔)

۴۵۔ ابن الضریس نے عثمان بن خطاب کے طریق پر بواسطہ اس کے باپ عطا کے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا" قرآن مجید کی جملہ آیتیں چھ ہزار چھ سو سولہ (۶۶۱۶) اور قرآن کے تمام حروف کی تعداد تین لاکھ تیئیس ہزار چھ سو اکہتر (۳۲۳۶۷۱)۔ مگر پھر اس تعداد کے بارے میں ان کے آپس میں اختلاف ہو گیا ہے۔ بعض لوگوں نے کچھ زیادہ، چند اصحاب نے دو سو چار آیتیں زائد بتائی ہیں اور کئی اقوال میں دو سو کی تعداد سے اوپر ہونی والی آیتوں دو سو چودہ، دو سو انیس، دو سو پچیس اور دو سو چھتیس آیتیں کہا گیا ہے۔

(الاتقان فی علوم القرآن علامہ جلال الدین سیوطی اول، صفحہ ۱۷۹۔)

نوٹ: (واضح رہے کہ عمر ابن خطاب کے قول کے بموجب دس لاکھ ستائیس ہزار حروف تھے۔)

۴۶۔ ترمذی نے عمرو بن ابی سلمۃ سے اور ابن جریر وغیرہ نے ام المومنین ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے جس وقت آیہ کریمہ " **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا** " کا نزول ہوا اس وقت فاطمہؓ، علیؓ، حسنؓ، اور حسینؓ کو بلا کر ایک چادر کے نیچے ڈھانپ لیا اور فرمایا" واللہ یہی لوگ میرے اہل بیت ہیں۔ پس بارالہا! تو ان سے ناپاکی کو دور کر اور ان کو ایسا پاک بنا دے جیسا کہ پاک بنانے کا حق ہے۔"

(ایضاً، جلد دوم، ص ۴۹۰۔)

۴۷۔ ابو نعیم نے کتاب الحلیہ میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا" بے شک قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے پس ان میں سے کوئی

حرف ایسا نہیں جس کا ظاہر اور ایک باطن نہ ہو۔ بلاشبہ علی ابن ابی طالب کے پاس اس میں کے ظاہر اور باطن دونوں ہیں "۔

(ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۴۶۰۔)

۴۸۔ سب سے زیادہ روایتیں تفسیر قرآن کے متعلق علی ابن ابی طالب سے وارد ہوئی ہیں۔ ابی بکر سے حدیث کی قلت ہے اور تفسیر قرآن کے بارے میں بہت کم اقوال ہیں جو تعداد میں دس سے بھی آگے نہ بڑھتے ہوں گے۔ اور حضرت علی سے بکثرت آثار تفسیر کے بارے میں مروی ہیں۔

(ایضاً، جلد دوم، ص ۴۵۹۔)

۴۹۔ معمر نے وہب بن عبداللہ سے اور وہب نے ابی الطفیل سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا "میں نے علی ابن ابی طالب کو خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور کہہ رہے تھے کہ تم لوگ مجھ سے سوال کرو۔ کیونکہ واللہ تم جس بات کو دریافت کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔ اور مجھ سے کتاب اللہ تعالیٰ کی نسبت پوچھو اس لئے واللہ کوئی آیت ایسی نہیں جس کی بابت مجھ کو یہ علم نہ ہو کہ آیا وہ رات میں اتری ہے یا دن میں اور ہموار میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ میں "۔

(الاتقان فی علوم القرآن علامہ جلال الدین سیوطی، جلد دوم ص ۴۶۰۔)

۵۰۔ بخاری نے ابن ابی ملیکہ کے طریق پر ابن عباس سے روایت کی ہے انہوں نے کہا "ایک دن عمر ابن خطاب نے اصحاب رسول ﷺ سے دریافت کیا تمہارے خیال میں یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی "ایود احد کم ان تکون له جنة من نخیل و اعناب" صحابہ نے کہا اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ عمر بن خطاب

اس جواب کو سن کر خفا ہوئے اور انہوں نے غصے سے کہا "صاف کہو ہم نہیں جانتے۔"

(ایضاً بخاری جلد دوم کتاب التفسیر باب الیواحد کم ۶۰۸ حدیث ۱۶۴۵۔ ص ۶۶۴۔)

۵۱۔ جب مصحفوں کو عثمان بن عفان نے تیار کر لیا تو اس کے نسخے ہر ایک ملک بھجوایا اور اس کے سوا جتنے الگ الگ پرچوں اور ورقوں میں قرآن لکھا ہوا تھا سب کو جلانے کا حکم دیا۔

(بخاری جلد دوم کتاب التفسیر باب جمع القرآن حدیث ۲۰۸۹، ص ۱۰۹۳۔)

۵۲۔ عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب کے مصحف میں فما استمتعتم به منهن کے بعد الیٰ اجل مسمی تھا جواب موجود نہیں ہے۔

(صحیح مسلم باب النکاح المتعہ جلد چہارم صفحہ ۱۳۔)

۵۳۔ عائشہ نے کہا "پہلے قرآن میں یہ اترا تھا کہ دس بار دودھ پلائے تو حرمت ثابت ہوتی ہے۔ پھر منسوخ ہو گیا اور پانچ بار پلانا ٹھہرا، رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور لوگ اس کو قرآن میں پڑھتے تھے۔"

(مؤطا امام مالک ترجمہ اردو مکتبہ رحمانیہ لاہور ص ۴۳۴۔)

۵۴۔ عن انس بن مالک قال قمت وراء ابی بکر، وعمر و عثمان فکلھم کان لا یقرآء بسم الله الرحمن الرحیم اذآ افتتحوا الصلوة: ترجمہ انس بن مالک نے کہا کہ نماز کو کھڑا ہوا میں پیچھے ابوبکر، عمر، اور عثمان کے جب نماز شروع کرتے کوئی ان میں سے بسم الله الرحمن الرحیم نہ پڑھتا تھا۔

(موطا امام مالک اردو ترجمہ، صفحہ ۶۷۔)

۵۵۔ ابن مردویہ سے عبداللہ ابن مسعود نے کہا کہ عہد رسول ﷺ میں آیۃ بلغ کو یوں پڑھا کرتے تھے۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک

ان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالته واللہ یعصمک من الناس۔

(درمنثور علامہ جلال الدین سیوطی)

(نوٹ: اس دلیل کے باوجود شیعہ تحریف کے قائل نہیں ہیں) جلد ۲ ص ۲۹۸۔

۵۶۔ عبداللہ ابن مسعود کے مصحف میں پہلی سورہ بقرہ تھی۔ اس میں الحمد اور معوذتین شامل نہیں ہے۔ اور حضرت علیؑ کے مصحف کی ابتدائی سورہ اقراء تھی۔ قرآن جس طرح نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے محفوظ اور مرتب شکل میں امت کو دے دیا اور یہ مصحف (قرآن) رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں لکھا ہوا مرتب شکل میں بھی موجود تھا۔

(احسن البیان "ترتیب قرآن" قسط نمبر ۲ ڈاکٹر فرحت جمشید ہیوسٹن، ٹیکساس امریکہ طبع اردو ٹائمز، نیویارک مورخہ ۱۹ اگست ۲۰۰۱ء۔)

۵۷۔ ابن جریر نے کلیب سے روایت کی ہے کہ روز جمعہ عمر ابن خطاب نے جب سورہ آل عمران کی قرأت کی تو کہا کہ "میں فرار ہو گیا تھا روز احد اور ایک پہاڑ پر چڑھ کر مانند ایک بکری کے بچے کے اچھل کود رہا تھا۔"

(درمنثور علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۲ صفحہ ۸۸۔)

۵۸۔ سورۃ بقرہ میں تمام قاریان "فومہ" یعنی گیہوں کہتے تھے اور ابن مسعود "ثوم" (لہسن)۔

(حاشیہ صحیح بخاری باب شیاطین، جلد ۶ ص ۷۔)

۵۹۔ سورۃ حجر لفظ فزع اور فرغ کی قرأت میں فرق اصحاب کے زبانی۔

(صحیح بخاری باب سورۃ حجر حدیث: ۲۲۴، ج ۳ ص ۱۹۵)

۶۰۔ ابن عباس اور عمر ابن خطاب کی قرأت میں فرق انما فتنٰہ کے بجائے انما فتّنٰہ پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری باب ۳۴۰ حدیث ۶۴۴ جلد ۴۔)

۶۱۔ سورہ حج آیت ۵۲۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولانبی، ابن عباس "ولانبی" کے بعد "ولامحدث" پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری مناقب عمر حدیث ۳۸، جلد ۵، ص ۳۴۰۔)

۶۲۔ سورۃ کہف آیت ۷۹، وکان ورآئهم ملک یا خذ کل سفینة غصبا ابن عباس یوں پڑھتے تھے، وکان امامهم ملک یا خذ کل سفینة صالحة

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ کہف، حدیث ۲۴۹، جلد ۶ ص ۲۲۲ تا ۲۲۳۔)

۶۳۔ سورۃ کہف آیت ۸۰، واما الغلٰم فکان ابوٰہ مؤمنین ابن عباس کی قرات واما الغلٰم کے بعد فکان کافرا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ کہف حدیث ۲۴۹، جلد ۶ ص ۲۲۲۔)

۶۴۔ ابوالاسود نے کہا ابوموسیٰ اشعری نے بصرہ کے قاریوں کے جو تین سو تھے کہا کہ قرآن پڑھتے رہو اور بہت مدت ہو جانے سے سست نہ ہو جاؤ کہ تمہارے دل سخت ہو جائیں جیسی کہ تم سے قبل کے دل سخت ہو گئے ہیں۔ ہم ایک سورۃ پڑھا کرتے تھے جو طول میں اور سختی میں سورہ برأت کے برابر تھی پھر میں اس سورہ کو بھول گیا مگر اس سورہ کی اک آیت یاد رہی "اگر آدمی کے دو میدان ہوتے ہیں مال کے تب وہ تیسرے کو ڈھونڈ تا رہتا ہے اور آدمی کا پیٹ نہیں بھرتا" اور ایک سورہ پڑھتے تھے اس کو مسبحات (جیسے سورۃ جمعہ وغیرہ) میں کی ایک سورۃ کے برابر طول میں جانتے تھے میں

وہ بھی بھول گیا مگر اس میں ایک آیت یاد ہے "اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں اور جو بات کہتے ہو اور کرتے نہیں وہ بات تمہارے گردن میں لکھے جاتی ہے اور قیامت کے دن تم سے سوال ہوگا۔

(صحیح مسلم کتاب: الزکوۃ باب کراھۃ الحرص علی الدنیا۔ جلد سوم، ص ۶۶۔)

۶۵۔ عائشہ نے کہا کہ قرآن میں دودھ دس بار پینے سے حرمت کرنا ہے منسوخ ہوگیا اور پانچ بار دودھ پیا حرمت کا سبب ہے اور وفات ہوئی رسول اللہ ﷺ کی اور قرآن میں پڑھا جاتا تھا جواب قرآن میں نہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الرضاع دودھ پلانے کے مسائل۔ جلد چہارم، ص ۶۸۔)

۶۶۔ عائشہ نے اپنے خادم ابو یونس کو کلام اللہ لکھنے کا حکم دیا اور جب وہ اس آیت پر پہنچا حافظوا علی الصلوٰت والصلوۃ الوسطیٰ تو عائشہ نے کہا کہ یوں لکھو "حافظوا علی الصلوٰت والصلوۃ الوسطیٰ والصلواۃ العصر اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسا ہی سنا" (سورۃ البقرہ آیت ۲۳۷ یہ ایسا اب نہیں ہے۔)

(سنن ابوداؤد، جلد اول صفحہ ۱۹۹۔)

۶۷۔ آنحضرت ﷺ بلیٰ قد جائتک، ایاتی فکذبت بھا واستکبرت وکنت من الکافرین سورۃ زمر ۵۹ پڑھتے تھے واحد مونث حاضر کی ضمیر اب جمہور قرأ کے نزدیک صیغہ واحد مذکر حاضر سے ہے۔

(سنن ابوداؤد، جلد سوم ص ۲۴۱۔)

۶۸۔ آنحضرت ﷺ سورہ والذاریات میں انی انا الرزاق ذوالقوۃ المتین پڑھتے تھے اب مشہور قرأت انا اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین ہے۔

(سنن ابوداؤد، جلد سوم ص ۲۴۱۔)

۶۹۔امام مالک نے ابن شہاب سے پوچھا اس آیت کی تفسیر اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ تو ابن شہاب نے کہا عمر ابن خطاب اس آیت کو یوں پڑھتے تھے اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فامضوا الی ذکر اللہ۔

(کتاب موطا امام مالک باب ماجاء فی السعی یوم الجمعۃ۔ص ۸۸۔)

۷۰۔ان لا ترغبوا عن آباء کم فانہ کفر بکم ان ترغبو عن آبائکم اوان کفرا ابکم :عمر ابن خطاب نے ایک طویل خطبہ دیا جس میں انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کی کتاب میں دوسری آیتوں کے ساتھ یہ آیت بھی پڑھتے تھے کہ اپنے باپ داداؤں کو چھوڑ کر دوسروں کو باپ دادا نہ بناؤ یہ کفر ہے۔

(صحیح بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت۔تیسیر البخاری ج ۸ ص ۵۶۹:)

(سیرۃ ابن ہشام اردو باب خطبہ عمر عند بیعۃ ابی بکر ج ۲ ص ۸۰۸،)

(البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر عربی ج ۵ ص ۲۶۶۔)

از

(علی عبدی شیعہ) بمعرفت سید عرفان علی۔

مکان نمبر ۱۱۱۴/۹ اے دستگیر سوسائٹی فیڈرل بی ایریا کراچی۔

فون ۶۳۴۷۱۴۴، گھر۔موبائل (۰۳۰۰۲۱۳۳۳۵۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل سنت اور قرآن

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں قرآن مجید کی لازوال دولت سے نوازا اور فرمایا کہ "إنا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" (ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں)۔ (تفسیر عثمانی) اور تمام محامد اس ذات تبارک وتعالیٰ کے لئے جس نے ہمیں قرآن مجید پر ایمان لانے کی توفیق دی اور اس مقدس کتاب کی خدمت کی توفیق سے ہمیں سرفراز فرمایا اور ہمارے سینوں کو اس کا محافظ بنایا اور ہماری گردنوں میں اس کے عشق اور محبت کا ہار پہنایا اور صلوٰۃ وسلام اس مقدس ہستی پر جن کے وسیلہ سے یہ پاک کتاب ہم کو ملی۔ جس نے ہمیں یہ خوشخبری سنائی کہ ہر زمانے میں تمہاری بہترین نسلیں اس امانت الٰہی کی حفاظت کریں گی، اس کے دشمن تمہارے ہاتھوں سے ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے رہیں گے اور خدا کی رحمت بے حساب نازل ہو آپ کے آل واصحاب پر۔ خصوصاً ان صحابہ کبارؓ پر جن کی نقل وروایت سے قرآن مجید بلکہ دین وایمان کی ہر چیز ہم تک پہنچی۔ اما بعد!

اللہ جل شانہ کا ہم اہل سنت پر بہت بڑا کرم وفضل واحسان اور انعام ہے کہ ہمیں قرآن مجید جیسی مقدس کتاب سے نوازا۔ جس کے بارے میں اللہ جل شانہ نے

خود فرمایا۔ "لاریب فیه" اس کتاب میں کچھ شک نہیں۔ اور جس کے بارے میں فرمایا "انه لقرآن کریم فی کتاب مکنون" (بے شک یہ قرآن ہے عزت والا، لکھا ہوا ہے ایک پوشیدہ کتاب میں) اور جس کے بارے میں فرمایا "بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ" اور ایسی ہستی کی طرف سے آیا ہے جو پروردگار عالم ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ "تنزیل من رب العلمین" (اتارا ہوا ہے پروردگار عالم کی طرف سے) اور ایسے فرشتہ کو واسطہ بنایا جس کی توثیق بھی خود رب العالمین نے فرمائی۔ "انه لقول رسول کریم ذی قوة عند ذی العرش مکین، مطاع ثم امین" (مقرر یہ کہا ہوا ہے ایک بھیجے ہوئے عزت والے کا، قوت والا عرش کے مالک کے پاس درجہ پانے والا) اور ایسے صادق اور امین اور رحمۃ للعلمین پر نازل ہوا جن کے بارے میں فرمایا "وما ارسلناک الا رحمة للعلمین O" (اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر کر جہان کے لوگوں پر) اور جن کے بارے میں فرمایا "وما ینطق عن الهویٰ ان هو الا وحی یوحی" (اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا) اور ان کے بعد ہم تک ایسے ذریعہ سے اس دولت عظیمہ کو پہنچایا جن کے بارے میں مالک کائنات نے خود فرمایا "والذین معه اشدآء علی الکفار رحماء بینهم ترٰهم رکعا سجداً یبتغون فضلا من الله و رضواناً الایة" (اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں تو دیکھے گا ان کو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی)۔ (تفسیر عثمانی)

اور جن کو اپنی رضامندی کا سرٹیفکیٹ دے کر فرمایا "رضی الله عنهم و رضوا عنه" اور جن کے بارے میں سرور کائنات ﷺ نے فرمایا "اصحابی

کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم "میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں۔ ان میں جس کی بھی اقتداء کرلو، ہدایت پاؤ گے۔" اور چونکہ اللہ علیم وخبیر کو یہ بات معلوم تھی کہ کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو لوگوں کو اسلام سے منحرف کرنے کے لئے موجودہ قرآن کو غیر محفوظ باور کرانے کی سازشیں کریں گے اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالیں گے کہ اس میں کمی زیادتی، تغیر وتبدل واقع ہوا ہے تو ایسے لوگوں کے منہ بند کرنے کے لئے فرمایا "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" اور فرمایا "لایأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه الایة" (اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے اور نہ پیچھے سے)۔

قرآن کریم اللہ جل شانہ کی ایسی معجز کتاب ہے کہ جو لوگ اس کو حق سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے ذریعہ ان کو ہدایت نصیب فرماتے ہیں اور جو اس میں شک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو مزید بھٹکا دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا "یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا وما یضل به الا الفسقین" (گمراہ کرتا ہے خدائے تعالیٰ اس مثال سے بہتیروں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے بہتیروں کو، اور گمراہ نہیں کرتا اس مثل سے مگر بدکاروں کو) اور اللہ جل شانہ کا ہم اہلسنت والجماعت پر خصوصی کرم ومہربانی ہے کہ ہمیں موجودہ قرآن پر ایمان نصیب فرمایا۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ موجود بین الدفتین قرآن ہی اصل قرآن ہے۔ نہ اس میں کوئی تغیر وتبدل واقع ہوا ہے، نہ کوئی کمی، زیادتی، ہر قسم کی تحریف لفظی سے مبرا ہے اور یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآن مجید کے بارے میں مذکورہ عقیدہ

تب بن سکتا ہے کہ ان واسطوں کو قابل اعتماد سمجھا جائے۔ جن واسطوں سے قرآن موجود و محفوظ ہم تک پہنچا ہے اور بغیر اس کے اسلام کا کوئی ادنیٰ جزء بھی درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب نبی کریم ﷺ اس دنیا سے رخصت فرما رہے تھے تو آپ کے بعد دو چیزیں دنیا میں موجود تھیں۔ ایک کتاب اللہ جو حق تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ۲۳ سالہ کے عرصہ میں نازل فرمائی اور جس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا، دوسری آپ ﷺ کی جماعت جو آنحضرت ﷺ نے ۲۳ سال کی محنت سے تیار کی، جس کی اصلاح و تربیت براہ راست وحی الٰہی کی نگرانی میں آپ کی مبارک تعلیم و تربیت سے ہوئی۔ اور جسے آزمائش و امتحان میں پورا اترنے کے بعد "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کے تاج کرامت سے سرفراز فرمایا گیا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے لائے ہوئے دین کے قائم و دائم رہنے کا مدار انہی دو چیزوں پر تھا۔ "کتاب اللہ" اور "جماعت نبی ﷺ"۔

تو ظاہر ہے کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد "کتاب اللہ" اپنی صحیح حالت میں محفوظ نہیں رہی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اپنی صحیح حالت پر باقی نہیں رہا اور آنحضرت ﷺ کے ۲۳ سالہ محنت اور فیضان نبوت کے نتیجہ میں قدسیوں کی جو جماعت تیار ہوئی تھی اور جن پر آپ ﷺ کے بعد اسلام کی دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری عائد ہوئی، ان کے بارے میں اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وہ پوری کی پوری جماعت یا اس کی غالب اکثریت خدا اور رسول ﷺ سے منحرف ہو گئی تھی تو اس کا نتیجہ بھی اسلام کا خاتمہ ہے۔ کیونکہ بعد والوں کو جو کچھ ملا انہی کے واسطے سے ملا۔ وہی قرآن کے ناقل ہیں، انہی سے احادیث مروی ہیں۔ انہی سے دین کی ایک ایک بات منقول ہے۔ آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت اور آپ ﷺ

پر قرآن کریم کے نزول کے عینی شاہد بھی وہی ہیں۔ پس اگر جماعت نبی علیہ السلام لائق اعتماد نہ ہو تو نہ قرآن کریم لائق اعتماد رہتا ہے نہ دین اسلام کی کوئی بات۔ نہ آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کا کوئی ثبوت باقی رہتا ہے اور نہ اس امر کا کوئی ثبوت باقی رہتا ہے کہ قرآن کریم واقعتاً آپ پر نازل ہوا تھا۔

الغرض اصحاب رسول (ﷺ) کے لائق اعتماد ہونے پر پورے دین کا مدار ہے۔ صحابہ وہ بنیادیں ہیں جس پر دین محمدی کی عمارت کھڑی ہے۔ اگر صحابہ قابل اعتماد ہیں تو دین بھی لائق اعتماد ہے اور اگر وہ لائق اعتماد نہیں تو دین کی کوئی چیز بھی لائق اعتماد نہیں رہتی۔ لہذا یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن موجود مکمل اور محفوظ ہے، اس کے لئے لازماً صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ایسا بھرپور اعتماد کرنا ہوگا جیسا کہ مسلمانوں کو حکم ہے اور وہ الحمدللہ ہم اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمایا ہے۔ نیز صحابہؓ (ناقلین قرآن) کے صداقت اور عدالت کی اس سے زیادہ روشن دلیل کیا ہوگی کہ ان کا نقل کردہ اور روایت کردہ قرآن مجید ویسا ہی معجز ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ حتیٰ کہ غیر مذہبوں کو بھی قرآن کریم کا اعجاز تسلیم کرنا پڑا۔ ورنہ اگر صحابہؓ نے قرآن میں تحریف کی ہوتی تو قرآن کا وہ اعجاز کیسے باقی رہتا۔ جس کا غیر مذہبوں کو بھی اعتراف کرنا پڑا۔

ذیل میں غیر مسلموں کے حقانیت قرآن کے بارے میں کچھ اقوال ملاحظہ ہوں:

قرآن کریم کی حقانیت غیروں کی نگاہ میں

قرآن موجود و محفوظ ایسی معجز کتاب ہے کہ باوجودیکہ غیر مذہبوں کی اپنی کتابوں میں تحریف ہوئی ہے، لیکن پھر بھی وہ (یہود و نصاریٰ) قرآن کریم کے اعجاز

سے متاثر ہو کر برملا قرآن کریم کی حقانیت کا اقرار کرتے ہیں۔

(۱) چنانچہ "سر ولیم میور" اپنی کتاب "لائف آف محمد" میں لکھتا ہے کہ:

"جہاں تک ہماری معلومات ہیں، دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس قرآن مجید کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔"

(۲) مشہور مصنف ڈاکٹر موریس فرانسیسی لکھتا ہے کہ:

"قرآن دینی تعلیم کی خوبیوں کے لحاظ سے تمام دنیا کی مذہبی کتابوں سے افضل ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے جو کتابیں دیں ان سب میں قرآن بہترین کتاب ہے۔"

(۳) ڈاکٹر موریس کہتا ہے کہ:

"قرآن نے دنیا پر وہ اثر ڈالا جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔"

(۴) ڈاکٹر اسٹیشن گاس اپنی ڈکشنری میں لکھتا ہے کہ:

"قرآن کی خاص خوبی اس کی ہمہ گیر صداقت میں مضمر ہے۔"

(۵) مشہور مترجم قرآن جارج سیل لکھتا ہے کہ:

"قرآن مجید جیسی معجز کتاب انسانی قلم نہیں لکھ سکتا۔ یہ مستقل معجزہ ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے معجزہ سے بلند تر ہے۔"

(۶) ڈاکٹر کینن آئزک ٹیلو کہتا ہے کہ:

"اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو تہذیب و تمدن کا علمبردار ہے۔"

(۷) مسٹر جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب ''اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن'' میں لکھتا ہے:

''فی الحقیقت قرآن عیوب سے مبرا ہے کہ اس میں خفیف سے خفیف ترمیم کی بھی ضرورت نہیں۔ اول سے آخر تک اسے پڑھ جایئے تو اس میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں پایئے گا جو پڑھنے والے کے چہرہ پر شرم وحیا کے آثار پیدا کردے۔''

(۸) رومی مؤرخ ایڈورڈ گبون لکھتے ہیں کہ:

''قرآن کی بہت سی نقلوں سے وہی اعجاز کا ساخاصہ یگانگت و عدم قابلیت تحریف کا متن ثابت ہوتا ہے۔''

(۹) پادری عماد الدین صاحب باوجود اسلام اور مسلمانوں کے اشد ترین دشمن ہونے کے یوں لکھتا ہے کہ:

''قرآن آج تک وہی قرآن ہے جو محمد (ﷺ) کے عہد میں تھا۔''

(۱۰) جی۔ایم راڈ ویل کہتا ہے کہ:

''قرآن میں ایک نہایت گہری حقانیت ہے جو ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے جو باوجود مختصر ہونے کے قوی اور صحیح راہنمائی اور الہامی حکمتوں سے مملو ہیں۔''

(راہ سنت، حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ العالی، صفحہ ۱۸)

یہ ہے ہمارے قرآن کی حفاظت کا حال جو غیر مذہبوں کو بھی تسلیم ہے اور یقیناً قرآن کریم کا جوں کا توں محفوظ ہونا ناقلین قرآن (صحابہؓ) کی امانت داری و

دیانت داری کی واضح دلیل ہے۔ اور یہ امت محمدیہ علی صاحبھا الف تحیہ وسلام پر اللہ کریم کا عظیم احسان ہے۔

نیز اللہ کریم نے امت محمدیہ پر مزید احسان یہ فرمایا کہ قرآن کریم کی قرأت میں بھی آسانی فرمائی اور مختلف طریقوں سے پڑھنے کی سہولت عطا فرمائی۔ جس کو بعض ناسمجھ تحریف سے تعبیر کرنے لگے۔

ذیل میں قرأات سبعہ کی قدرے وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

قرأات سبعہ اللہ تعالیٰ کا ایک احسان ہے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی تلاوت میں آسانی پیدا کرنے کے لئے امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کو ایک سہولت یہ عطا فرمائی ہے کہ اس کے الفاظ کو مختلف طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ کیونکہ بعض اوقات کسی شخص سے کوئی لفظ ایک طریقہ سے نہیں پڑھا جاتا تو وہ اسے دوسرے طریقے سے پڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث ہے:

> عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عندا ضاۃ بنی غفار قال فأتاہ جبرئیل علیہ السلام فقال ان اللہ یأمرک ان تقرأ علی امتک علی حرف فقال اسأل اللہ معافاتہ ومغفرتہ وان امتی لاتطیق ذلک ثم اتاہ الثانیۃ فقال إن اللہ یأمرک ان تقرأ امتک القرآن علی حرفین فقال اسئل اللہ معافاتہ ومغفرتہ وان امتی لاتطیق ذلک ثم جاءہ

الثالثة فقال ان الله يأمرک ان تقرأ امتک القرآن على ثلاثة أحرف فقال اسئل الله معافاته ومغفرته وان امتی لاتطيق ذلک ثم جاءه الرابعة فقال ان الله يامرک ان تقرأ امتک القرآن على سبعة أحرف فأيما حرف قرأوا عليه فقد اصابوا۔

(مسلم، باب بیان ان القرآن انزل علی سبعة احرف وبیان معناہ، ۱/۲۷۳، ط قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ:۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ بنو غفار کے تالاب کے پاس تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی امت کو حکم دیں کہ وہ قرآن کو ایک ہی حرف پر پڑھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ سے اس کی معافی اور مغفرت طلب کرتا ہوں، میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ کی امت قرآن کریم کو دو حرفوں پر پڑھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری امت میں اس کی بھی طاقت نہیں ہے۔ پھر وہ تیسری بار آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن کریم کو تین حرفوں پر پڑھے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ میں اللہ

تعالیٰ سے معافی و مغفرت چاہتا ہوں، میری امت میں اس کی بھی طاقت نہیں ہے۔ پھر وہ چوتھی بار آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن کو سات حروف پر پڑھے۔ پس وہ ان میں سے جس پر پڑھیں گے ان کی قرأت درست ہوگی۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف فاقرؤا ماتيسر منه

(حوالہ بالا ۱؍۲۷۲)

ترجمہ:۔ یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس ان میں سے جو تمہارے لئے آسان ہو اس طریقہ سے پڑھ لو۔

اور بھی متعدد حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہے۔

سات حروف سے کیا مراد ہے؟

اب رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد مبارک میں سات حروف سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ (بعض نے ۳۵ تک اقوال نقل کئے ہیں) لیکن محقق علماء کے نزدیک اس میں راجح مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی جو قرأتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں ان میں باہمی اختلاف و فرق کل سات نوعیتوں پر مشتمل ہے، اور وہ سات نوعیتیں یہ ہیں:

(۱) اسماء کا اختلاف:

جس میں افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے۔ مثلاً ایک قرأت میں "تَمَّتْ کَلِمَةُ رَبِّکَ" ہے اور دوسری قرأت میں "تَمَّتْ کَلِمَاتُ رَبِّکَ"

(۲) وجوہ اعراب کا اختلاف:

جس میں اعراب یا زبر زیر کا فرق پیش پایا جاتا ہے۔ مثلاً "لَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ" کی جگہ "لَا یُضَآرُّ کَاتِبٌ" (کلمہ را کے ضمہ کے ساتھ) اور "ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ" کی جگہ "ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ" (دال کے کسرے کے ساتھ)۔

(۳) افعال کا اختلاف:

کہ کسی قرأت میں صیغہ ماضی ہے، کسی میں مضارع اور کسی میں امر مثلاً ایک قرأت میں "رَبَّنَا بَاعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا" ہے اور دوسری میں "رَبَّنَا بَعَّدَ بَیْنَ اَسْفَارِنَا" ہے۔

(۴) الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف کہ:

ایک قرأت میں کوئی لفظ کم اور دوسری میں زیادہ ہو۔ مثلاً ایک قرأت میں "تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ" اور دوسری میں "تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ" (بغیر کلمہ مِن)

(۵) تقدیم و تاخیر کا اختلاف:

کہ ایک قرأت میں کوئی لفظ مقدم ہے اور دوسری میں مؤخر ہے۔ مثلاً "وجاءت سکرة الموت بالحق" اور دوسری میں "وجاءت سکرة الحق بالموت"

(۶) لہجوں کا اختلاف:

جس میں تفخیم، ترقیق، امالہ، مد، قصر، ہمز، اظہار اور ادغام وغیرہ کے اختلافات داخل ہیں۔ یعنی اس میں لفظ تو نہیں بدلتا لیکن اس کے پڑھنے کا طریقہ بدل جاتا ہے۔ مثلاً موسیٰ ایک قرأت میں امالہ کے ساتھ ہے اور موسی کی طرح پڑھا جاتا ہے اور دوسری میں بغیر امالہ کے ہے۔

(۷) بدلیت کا اختلاف:

کہ ایک قرأت میں ایک لفظ ہے اور دوسری قرأت میں اس کی جگہ کوئی دوسرا لفظ ہے۔ مثلاً نُنْشِزُهَا اور نَنْشُرُهَا نیز فَتَبَيَّنُوا اور فَتَثَبَّتُوا اور طَلْحٍ اور طَلْعٍ

(مقدمہ معارف القرآن ۱/۳۰، ۳۱)

(علوم القرآن اور اصول تفسیر، صفحہ ۱۰۶)

(فتح الباری ۹/۲۴، ط: نشر و توزیع بالمملکۃ العربیہ السعودیہ)

تو یہ اختلاف قرأت امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر اللہ جل شانہ کا احسان عظیم ہے جو کہ آپ ﷺ نے خود اللہ تعالیٰ سے امت پر آسانی کرنے کے لئے مانگا ہے۔

اب بعض پڑھے لکھے جاہل اللہ تعالیٰ کی اس نعمت (اختلاف قرأت) کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ دیکھو سنیوں کی کتابوں میں تحریف قرآن کی روایات موجود ہیں۔ یقیناً یا تو یہ اس کی حماقت اور جہالت کی دلیل ہے یا وہ قصداً سادہ لوح عوام کو فریب دینا چاہتے ہیں۔

بہر حال! اختلاف قرأت کی ان سات نوعیتوں کے تحت بہت سی قرأتیں نازل ہوئی تھیں اوران کے باہمی فرق سے معنی میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوتا تھا، صرف تلاوت کی سہولت کے لئے ان کی اجازت دی گئی تھی۔

شروع میں چونکہ لوگ قرآن کریم کے اسلوب کے پوری طرح عادی نہیں تھے، اس لئے ان سات اقسام کے دائرے میں بہت سی قرأتوں کی اجازت دی گئی تھی، لیکن آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ ہر سال رمضان میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے، جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ دور فرمایا اور اس دور کو "عرضۂ آخیرہ" کہتے ہیں۔ اس موقع پر بہت سی قرأتیں منسوخ کردی گئیں اور صرف وہ قرأتیں باقی رکھی گئیں جو آج تک تواتر کے ساتھ محفوظ چلی آتی ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرأت قرآن کے معاملہ میں غلط فہمیاں رفع کرنے کے لئے اپنے عہد خلافت میں سات نسخے تیار کرائے اوران سات نسخوں میں تمام قرأتوں کواس طرح جمع کیا کہ قرآن کریم کے آیتوں پر نقطے اور زیر، زبر، پیش نہیں ڈالے تاکہ انہی مذکورہ قرأتوں میں جس کے مطابق چاہیں پڑھ سکیں۔ اس طرح اکثر قرأتیں اس رسم الخط میں سما گئیں اور جو قرأتیں اس میں نہ آسکیں اس کے لئے الگ الگ نسخے لکھے۔ جس میں باقی ماندہ قرأتوں کو محفوظ کیا۔

اس سلسلے میں ایک اصولی قاعدہ پوری امت میں مسلّم تھا اور ہر جگہ اس پر عمل ہوتا تھا اور وہ یہ کہ صرف وہ قرأت قرآن ہونے کی حیثیت سے قبول کی جاتی جس میں تین شرائط پائی جاتی ہوں۔

(۱) مصاحف عثمانی کے رسم الخط میں اس کی گنجائش ہو۔

(۲) عربی زبان کے قواعد کے مطابق ہو۔

(۳) وہ آنحضرت ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو اور ائمہ قرأت میں مشہور ہو۔ جس قرأت میں ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو اسے قرآن کا جز نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس طرح متواتر قرأتوں کی ایک بڑی تعداد نسلاً بعد نسلٍ ہوتی رہی۔

(مختصراً مقدمہ معارف القرآن ۱/۳۱،۳۲)

(علوم القرآن، صفحہ ۱۰۶)

ناسخ ومنسوخ

(علم ناسخ ومنسوخ کی اہمیت وضرورت)

علوم قرآن میں ایک اہم بحث ناسخ ومنسوخ کی ہے۔ یہ بحث بڑی اہم اور طویل ہے اور بے شمار علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً ابوعبید قاسم بن سلام، ابوداؤد سجستانی، ابوجعفر نحاس، ابن الانباری مکی اور ابن العربی وغیرہ۔

ائمہ کرام کا قول ہے کہ جب تک کوئی شخص قرآن کے ناسخ ومنسوخ کی پوری معرفت حاصل نہ کرلے اس وقت تک اس کے لئے قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں ہوسکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے جو قرآن کریم کے معانی ومطالب بیان کرتا تھا، پوچھا کہ "آیا تجھے قرآن کی ناسخ ومنسوخ آیتوں کا حال معلوم ہے؟" اس شخص نے کہا کہ نہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تو خود بھی ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی تو نے ہلاک کیا۔"

جیسا کہ "الاتقان فی علوم القرآن" میں ہے۔

وقد قال علی (رضی اللہ عنہ) لقاض اتعرف الناسخ ومن المنسوخ قال لاقال ھلکت واھلکت

(النوع السابع والاربعون فی ناسخہ ومنسوخہ ۲۰/۲)

ناسخ ومنسوخ کے موضوع کے پیش نظر قدرے اس پر نظر ڈالی جاتی ہے۔

نسخ کا لغوی معنی:

نسخ کے کئی معنی ہیں۔ مثلاً مٹا دینا، تبدیل کر دینا، نقل کرنا وغیرہ۔

(الاتقان، النوع السابع والاربعون، ۲۰/۲)

اصطلاحی معنی:

رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی (حوالہ بالا)

یعنی کسی حکم شرعی کو کسی شرعی دلیل سے ختم کر دینا۔

نسخ کی عقلی و نقلی دلیل:

یہودیوں کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں نسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے خیال کے مطابق اگر نسخ کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ حالات کی تبدیلیوں کی بناء پر بھی اپنی رائے تبدیلی کر لیتا ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ اگر احکام الٰہی میں ناسخ و منسوخ کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک حکم کو مناسب سمجھا تھا، بعد میں (معاذ اللہ) اپنی غلطی واضح ہونے پر اسے واپس لے لیا۔ جسے اصطلاح میں "بداء" کہتے ہیں۔ لیکن یہودیوں کا یہ اعتراض بہت سطحی نوعیت کا ہے۔ ذرا سا بھی غور کیا جائے تو اس کی غلطی واضح ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ "نسخ" کا مطلب رائے کی تبدیلی نہیں ہوتا بلکہ ہر زمانے میں اس دور کے مناسب احکام دینا ہوتا ہے۔ ناسخ کا کام یہ نہیں ہوتا کہ منسوخ کو غلط قرار دے، بلکہ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے حکم کی مدت نفاذ متعین کر دے، اور یہ بتا دے کہ پہلا حکم جتنے زمانے تک نافذ رہا اس زمانے کے لحاظ سے تو وہی مناسب تھا، لیکن

اب حالات کی تبدیلی کی بناء پر پہلے سے مقرر کردہ ایک نئے حکم کے نفاذ کی ضرورت ہے، جو شخص بھی سلامت فکر کے ساتھ غور کرے گا وہ اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ تبدیلی حکمت الہیہ کے عین مطابق ہے اور اسے کسی بھی اعتبار سے کوئی عیب نہیں کہا جا سکتا۔ حکیم وہ نہیں ہے جو ہر قسم کے حالات میں ایک ہی نسخہ پلاتا رہے، بلکہ حکیم وہ ہے جو مریض اور مرض کے بدلتے ہوئے حالات پر بالغ نظری کے ساتھ غور کر کے نسخہ میں ان کے مطابق تبدیلیاں کرتا رہے اور یہ بات صرف شرعی احکام ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، کائنات کا سارا کارخانہ اسی اصول پر چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ سے موسموں میں تبدیلیاں پیدا کرتا رہتا ہے۔ کبھی سردی، کبھی گرمی، کبھی بہار، کبھی خزاں، کبھی برسات، کبھی خشک سالی، یہ سارے تغیرات اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے عین مطابق ہیں اور اگر کوئی شخص اسے ''بداء'' قرار دے کر اس پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ معاذ اللہ خدا کی رائے میں تبدیلی لازم آتی ہے کہ اس نے ایک وقت سردی کو پسند کیا تھا۔ بعد میں غلطی واضح ہوئی اور اس کی جگہ گرمی بھیج دی تو اسے احمق کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ بعینہ یہی معاملہ شرعی احکام کے نسخ کا ہے کہ اسے ''بداء'' قرار دے کر کوئی عیب سمجھنا انتہاء درجہ کی کوتاہ نظری اور حقائق سے بیگانگی ہے۔ چنانچہ ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں ہے:

> النسخ مما خص اللہ بہ ھذہ الامۃ لحکم منھا التیسیر وقد اجمع المسلمون علی جوازہ وأنکرہ الیھود ظناً منھم انہ بداء کالذی یری الرأی ثم یبدولہ وھو باطل لانہ بیان مدۃ الحکم کالاحیاء بعد الاماتۃ

وعکسہ والمرض بعد الصحة وعکسہ والفقر بعد الغنی
وعکسہ وذلک لایکون بداء فکذا الامر والنهی
(الاتقان، النوع السابع والاربعون فی ناسخہ ومنسوخہ ۲۱/۲)

نسخ کے اقسام:

قرآن کریم میں نسخ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ نسخ جس میں نازل کردہ آیت کی تلاوت اور اس کا حکم دونوں ایک ساتھ منسوخ ہو گئے ہوں۔

(۲) وہ آیات جن کا حکم منسوخ ہو گیا ہے مگر تلاوت ان کی باقی ہے۔

(۳) وہ آیات جن کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے مگر ان کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔

نسخ کے ان تینوں قسموں کو شیعہ حضرات نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس مقام پر زیادہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حوالہ کسی شیعہ عالم کی کتاب سے دیا جائے تاکہ سائل کے لئے اوقع فی النفس ہو۔ چنانچہ مشہور شیعی عالم علامہ طبرسی اپنی مشہور تفسیر "مجمع البیان" میں بذیل آیۃ کریمہ "مانسخ من آیة" لکھتا ہے:

والنسخ فی القرآن علی ضروب:

۱- منها: ان یرفع حکم الأیة وتلاوتها کماروی عن ابی بکرؓ انه قال کنا نقرء "لاترغبوا عن آبائکم فانه کفر بکم".

۲- ومنهـا :ان یثبت الأیة فی الخط ویرفع حکمها کقوله "وان فاتکم شیء من ازواجکم الی

الکفار فعاقبتم" فانه ثابتة اللفظ مرتفعة الحکم۔

۳- ومنها مایرفع اللفظ ویثبت الحکم کآیة الرجم فقد قیل انها کانت منزلة فرفع لفظها وقد جاء ت اخبار کثیرة بان اشیاء کانت فی القرآن فنسخ تلاوتها فمنها ماروی عن ابی موسی انهم کانوا یقرء ون "لوکان لابن آدم وادیان من مال لایتبغی الیهما ثالثا ولا یملاء جوف ابن آدم الاالتراب ویتوب الله علی من تاب" ثم رفع وعن انس ان السبعین من الانصار الذین قتلوا ببئرمعونة تنزل فیهم قرآن "بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا ثم ان ذلک رفع۔

ترجمہ۔ نسخ قرآن میں کئی قسم کا ہوا ہے۔

(۱) ازاں جملہ یہ کہ آیت کا حکم اوراس کی تلاوت دونوں منسوخ ہوجائیں۔ چنانچہ ابوبکرؓ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم "لاترغبوا عن آبائکم فانه کفربکم" پڑھا کرتے تھے۔

(۲) اوراز اں جملہ یہ کہ آیت کی کتابت باقی رہے مگر حکم منسوخ ہوجائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "وان فاتکم شیء من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم" ہے۔ آیت کے الفاظ

تو کتابت میں قائم ہیں، مگر حکم منسوخ ہے۔

(۳) اور از اں جملہ یہ کہ آیت کی تلاوت منسوخ ہوجائے مگر حکم باقی رہے۔ جیسے آیت رجم میں۔ پس تحقیق بیان کیا گیا ہے کہ آیت رجم نازل ہوئی تھی، پھر اس کی تلاوت منسوخ کی گئی اور تحقیق بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں کہ کچھ آیتیں قرآن میں ایسی تھیں جن کی تلاوت منسوخ ہوگئی منجملہ ان کے ایک روایت وہ ہے جو ابوموسیٰ سے منقول ہے کہ لوگ "لو کان لابن آدم وادیان من مال لابتغی الیهما ثالثا ولا یملاء جوف ابن آدم الا التراب ویتوب الله علی من تاب" کی تلاوت کرتے تھے۔ پھر یہ منسوخ ہوگئی اور انسؓ سے روایت ہے کہ ستر انصار جو بیر معونہ میں شہید ہوگئے تھے ان کے متعلق قرآن (یعنی کچھ آیتیں) نازل ہوا۔ یعنی "بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا" پھر یہ منسوخ ہوگیا۔

اس کے بعد صاحب مجمع البیان لکھتے ہیں:

قد ذکرنا حقیقة النسخ عند المحققین۔

یعنی نسخ کی جو حقیقت محققین کے نزدیک تھی، وہ ہم نے بیان کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام محققین شیعہ بھی نسخ کی تین قسموں کو مانتے ہیں اور

بیان کرتے ہیں۔ لہذا اگر علی عبدی صاحب اپنے گھر کی تحقیق کو ذرا غور سے پڑھ لیں اور سمجھ لیں تو انشاء اللہ ان کی یہ ہمت نہ ہوگی کہ اہل سنت کے ہاں جو نسخ کی روایتیں ہیں ان کو تحریف قرآن کی روایتیں قرار دے کر "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کی یاد تازہ کرے۔

(۲) اور شیعہ عالم محمد علی مدرس مدرسہ علوم دینیہ لنگر بھی اپنی کتاب "تفسیر قران برہی شما" میں بذیل آیت کریمہ "ماننسخ من آیۃ" لکھتے ہیں۔

انواع نسخ

(۱) نسخ لفظ وبقاء حکم آن مثل آیہ رجم (یعنی سنگسار کردن زنا کار ہرگاہ شرائط رجم بجا آید)۔

(۲) نسخ حکم وبقاء لفظ مثل آیہ ۱۸۰ البقرہ "کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین الایۃ حکم آن بہ آیات میراث منسوخ گردیدہ است۔

(۳) نسخ لفظ وحکم ہردو مانند آیہ رضاع "عشر رضعات یحرمن" (دہ بار شیر خواری موجب تحریم نکاح بین شیر خوارو شیر دہ وشوہر وفرزندانش میشود) الخ۔

ترجمہ:۔ نسخ کے اقسام

(۱) لفظ کا منسوخ ہونا اور اس کے حکم کا باقی رہنا جیسے آیت

رجم (یعنی زنا کار کو سنگسار کرنا جب رجم کے شرائط پوری ہوجائیں۔)

(۲) حکم کا منسوخ ہونا اور لفظ (تلاوت) کا باقی رہنا۔ جیسے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۸۰ "کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت الخ" اس کا حکم میراث کی آیتوں سے منسوخ کیا گیا ہے۔

(۳) تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا، جیسے رضاعت کی آیت "عشر رضعات یحرمن"۔

دس مرتبہ دودھ پلانا موجب تحریم نکاح ہے۔ دودھ پینے والے اور پلانے والی اور اس کے شوہر اور ان کے اولاد کے درمیان۔

مصنف نے اس کتاب میں نسخ کی مزید تفصیل بھی بیان کی ہے۔

(تفسیر قرآن برائی شما، صفحہ ۲۶، ط: تہران)

علی عبدی صاحب کی بدقسمتی ہے کہ شیعہ مفسرین نے بھی ان آیات کو نسخ کی مثالوں میں ذکر کیا ہے جو تحریف قرآن کے کھو کھلے دعوے میں بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔ یعنی جن آیات کا منسوخ ہونا شیعہ و سنی دونوں حضرات کے نزدیک مسلم ہے۔ علی عبدی ان آیات کو تحریف قرآن قرار دیتے ہیں۔ یوں اس جرم میں اہل سنت کے ساتھ جماعت شیعہ کے محقق علماء بھی برابر کے شریک ہیں۔

(۴) اور ترجمہ فرمان علی میں بھی نسخ کے بارے میں اسی طرح لکھا ہے۔ چنانچہ وہ اسی آیت "ما ننسخ من آیۃ" کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ:

"قرآن مجید جب نازل ہوتا رہا کبھی کبھی کوئی کوئی آیت حسب مصلحت وموقع وقت منسوخ العمل یا منسوخ التلاوۃ ہوتی رہی۔"

(۴) اور ہم سنیوں کی تفسیر "الاتقان فی علوم القرآن" میں بھی اس مسئلہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ مختصراً ملاحظہ ہو۔ چنانچہ علامہ جلال الدین السیوطی نسخ کے مسائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

السابعة: النسخ فی القرآن علی ثلاثة اضرب احدها مانسخ تلاوته وحكمه معا...... الضرب الثانی مانسخ حكمه دون تلاوته...... الضرب الثالث مانسخ تلاوته دون حكمه الخ.

(الاتقان، النوع السابع والاربعون، فی ناسخه ومنسوخه، ۲۲/۲)

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ یہ بحث بہت طویل ہے اور علماء نے اس موضوع پر پوری پوری کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں، کیونکہ اصل مقصد نسخ کی تفصیل بیان کرنا نہیں، بلکہ مقصود سائل کی وہ غلط فہمی دور کرنا ہے جس کی وجہ سے وہ نسخ کو تحریف سمجھ کر محافظین قرآن اہل سنت پر تحریف قرآن کا الزام لگا رہے ہیں۔ ہماری اس مختصر تفصیل سے ثابت ہوا کہ نسخ اور تحریف دو مختلف چیزیں ہیں۔ جن میں فرق صاف ظاہر ہے۔ نسخ تو وہی ہے جس کی تفصیل پیچھے گذر گئی اور تحریف یہ ہے کہ کسی فاسد غرض سے اصل چیز کو بدل دیا جائے، یا اس میں ایسی کمی بیشی کی جائے کہ اصل معنی کے علاوہ کسی اور خود ساختہ غرض اور شخصی مفاد پر دلالت کرے۔ لہذا نسخ کو تحریف کہہ کر اہلسنت کو شیعوں کی صف میں دھکیلنا نہ صرف سراسر زیادتی ہے

بلکہ اپنے عقیدہ تحریف پر پردہ پوشی کی ناکام کوشش ہے۔

حفاظت قرآن اور جمع قرآن کے مراحل

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ مقدس کتاب ہے جس کی حفاظت خود خالق کائنات جل جلالہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ بخلاف دیگر کتب سماویہ کے کہ ان کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا۔

چنانچہ اللہ کریم کا ارشاد ہے:

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون (سورة الحجر :۹)

ترجمہ:۔ ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔

اور مسلم شریف میں ہے۔

ومنزل علیک کتابا لایغسله الماء)(مسلم)

ترجمہ:۔ یعنی میں تم پر ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جسے پانی نہیں دھو سکے گا۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی عام کتابوں کا حال تو یہ ہے کہ وہ دنیوی آفات کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں، لیکن قرآن کریم کو سینوں میں اس طرح محفوظ کر دیا جائے گا کہ اس کے ضائع ہونے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا چنانچہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے قران کریم کی کامل حفاظت کا مکمل انتظام فرمایا۔

عہد نبویؐ میں حفاظت قرآن:

عہد نبویؐ میں اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کا بندوبست یوں فرمایا کہ چونکہ قرآن کریم ایک ہی دفعہ پورا کا پورا نازل نہیں ہوا، بلکہ اس کی مختلف آیات ضرورت اور حالات کی مناسبت سے نازل کی جاتی رہی اور آپ ﷺ کو بعض آیات اور احکام کے منسوخ ہونے کا انتظار باقی رہتا تھا الاتقان میں ہے

قال الخطابی: انما لم یجمع فی المصحف لما کان یترقبه من ورود ناسخ لبعض احکامه او تلاوته.

(الاتقان النوع الثامن عشر فی جمعه و ترتیبه۔ ۱؍ ۵۷، طسھیل اکیڈمی، لاہور)

لہذا عہد رسالت ﷺ میں یہ ممکن نہ تھا کہ شروع ہی سے اسے کتابی شکل میں لکھ کر محفوظ کرلیا جاتا اس وجہ سے ابتدائے اسلام میں قرآن کریم کی حفاظت کے لئے سب سے زیادہ زور حافظہ پر دیا گیا۔ شروع شروع میں جب وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ ان آیات کو اسی وقت دہرانے لگتے تھے، تا کہ وہ اچھی طرح یاد ہو جائیں۔ اس پر یہ حکم نازل ہوا:

لاتحرک به لسانک لتعجل به، ان علینا جمعه وقرآنه

(سورة القیامة : ۱۶،۱۷)

آپ قرآن کریم کو جلدی سے یاد کر لینے کے خیال سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے (کیونکہ) اس (قرآن) کو جمع کرنا اور پڑھوانا تو ہم نے اپنے ذمے لے لیا ہے۔

اس آیت میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ قرآن کریم کو یاد رکھنے کے لئے آپ ﷺ کو عین نزول وحی کے وقت جلدی جلدی الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں۔

صحابہ کرامؓ کی ایک ایسی بڑی تعداد تیار ہوگئی جنہیں قرآن کریم ازبر یاد تھا۔ روایات میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نام ملتا ہے کہ انہوں نے پورا قرآن کریم یاد کیا تھا:

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت سالم مولی ابی حذیفہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمرو بن عاص، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن السائب، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام ورقہ، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوحلیمہ معاذ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوالدرداء، حضرت مجمع بن جاریہ، حضرت مسلمہ بن مخلد، حضرت انس بن مالک، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت تمیم داری، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوزید، حضرت عبادہ بن صامت اور فضالہ بن عبید رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

(الاتقان فی علوم القرآن للعلامۃ جلال الدین السیوطی، النوع العشرون فی معرفۃ حفاظہ ورواتہ، ۷۰/۱)

(ایضاً، النشر فی القرأت العشر ۶/۱)

(ایضاً، تاریخ القرآن لکردیؒ، صفحہ ۶۰)

(ایضاً، علوم القرآن، مفتی تقی عثمانی صاحب، صفحہ ۱۷۶)

پھر یہ تو صرف ان صحابہ کرامؓ کے اسماء گرامی ہیں جن کے نام "حافظ قرآن" کی حیثیت سے روایات میں محفوظ رہ گئے، ورنہ ایسے صحابہؓ تو بے شمار ہوں گے جنہوں نے پورا قرآن کریم حفظ کیا تھا۔ لیکن اس حیثیت سے ان کا نام روایات میں محفوظ نہ رہ سکا۔ اس کی شہادت اس بات سے ملتی ہے کہ آپ ﷺ بعض اوقات ایک قبیلے میں ستر ستر قاری قرآن کریم کی تعلیم کے لئے بھیجتے تھے۔ چنانچہ صرف بئر معونہ میں ستر قراء صحابہؓ کے شہید ہونے کا ذکر روایات میں موجود ہے۔ خود شیعہ عالم علامہ طبرسی نے بھی یہ بات اپنی تفسیر میں ذکر کی ہے، اور حفاظ صحابہؓ کی تقریباً اتنی ہی تعداد آپ ﷺ کے بعد جنگ یمامہ میں شہید ہوئی۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق جنگ یمامہ کے موقع پر سات سو قراء صحابہؓ شہید ہوئے تھے۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو۔ الاتقان، ۱/۷۱۔ ایضاً عمدۃ القاری ۲۰/۱۶، ۱۷، ط: دمشق)

اس کے علاوہ یہ تو صرف ان صحابہؓ کا ذکر ہے جن کو پورا قرآن کریم یاد تھا اور ایسے صحابہ تو بے شمار ہیں جنہوں نے قرآن کریم کے متفرق حصے یاد کر رکھے تھے۔

غرض ابتدائے اسلام میں قرآن کریم کی حفاظت کے لئے بنیادی طریقہ یہی اختیار کیا گیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ صحابہؓ کو یاد کرایا گیا۔ اس دور کے حالات کے پیش نظر یہی طریقہ سب سے زیادہ محفوظ اور قابل اعتماد تھا۔ اس لئے کہ اس زمانے میں لکھنے پڑھنے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ کتابوں کو شائع کرنے کے لئے پریس وغیرہ کے ذرائع موجود نہ تھے۔ اس لئے اگر صرف لکھنے پر اعتماد کیا جاتا تو نہ قرآن کریم کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہو سکتی اور نہ اس کی قابل اعتماد حفاظت۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو قرآن کریم کی حفاظت کرنی تھی، اس لئے عرب میں ایسا قوت حافظہ پیدا فرمایا تھا کہ

اس کی نظیر مشکل ہے۔ تو اسی قوت حافظہ سے قرآن کریم کی حفاظت کا کام لیا گیا اور اسی کے ذریعہ قرآن کریم دنیا کے گوشے گوشے میں اپنی اصلی حالت میں پہنچ گیا۔

عہد رسالتؐ میں کتابتِ قرآن کا پہلا مرحلہ:

عہد رسالتؐ میں اگرچہ حفاظت قرآن کا اصل مدار حافظہ پر تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ نے قرآن کریم کی کتابت کا بھی خاص اہتمام فرمایا۔ کتابت کا طریق کار حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ:

> کنت اکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان اذا نزل علیه الوحی اخلته برحاء شدیدة وعرقا مثل الجمان ثم سری عنه فکنت ادخل علیه بقطعة الکتف اوکسرة فاکتب وهو یملی علی فما افرغ حتی تکاد رجلی تنکسر من ثقل القرآن حتی اقول لاامشی علی رجلی ابداً فاذا فرغت قال اقرأ فاقرأه فان کان فیه سقط اقامه ثم اخرج به الی الناس. رواه الطبرانی فی الاوسط.

(مجمع الزوائد، نورالدین الہیثمیؒ، باب عرض الکتاب بعد املاءه ۱۵۲/۱، دارالکتاب العربی بیروت)

(ایضاً: علوم القرآن، صفحہ ۱۷۸)

> ترجمہ:۔ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی کی کتابت کرتا تھا، جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کو سخت گرمی لگتی تھی اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح

ڈھلنے لگتے تھے۔ پھر آپ ﷺ سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں
مونڈھے کی کوئی ہڈی (یا کسی اور چیز) کا ٹکڑا لے کر خدمت میں
حاضر ہوتا۔ آپ ﷺ لکھواتے رہتے اور میں لکھتا رہتا۔ یہاں
تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو قرآن کو نقل کرنے کے
بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے
اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا۔ بہر حال! جب میں فارغ ہوتا تو
آپ ﷺ فرماتے، پڑھو۔ میں پڑھ کر سناتا۔ اگر اس میں کوئی
فروگذاشت ہوتی تو آپ ﷺ اس کی اصلاح فرمادیتے اور پھر
اسے لوگوں کے سامنے لے آتے۔

کتابت وحی کا کام صرف حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد نہ تھا بلکہ آپ ﷺ نے بہت سارے صحابہ کو اس مقصد کے لئے مقرر فرمایا ہوا تھا جو حسب ضرورت کتابت وحی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ کاتبین وحی کی تعداد چالیس تک شمار کی گئی ہے۔ لیکن ان میں سے زیادہ مشہور یہ حضرات ہیں:

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن ابی سرح، حضرت زبیر بن عوام، حضرت خالد بن سعید بن العاص، حضرت ابان بن سعید بن العاص، حضرت حنظلہ ابن الربیع، حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ، حضرت عبداللہ بن ارقم الزہری، حضرت شرحبیل بن حسنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت ثابت بن قیس بن شماس، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت خالد بن ولید، حضرت معاویہ بن ابی

سفیان، حضرت زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

(فتح الباری ۲۲/۹)

(ایضاً زاد المعاد لابن القیم ۱/۳۰، ط مصر)

(ایضاً علوم القرآن صفحہ ۱۷۹)

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ ﷺ کاتب وحی کو یہ ہدایت بھی فرما دیتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے۔ چنانچہ اسے آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق لکھ لیا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں چونکہ عرب میں کاغذ کم تھا اس لئے قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، درخت کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھی جاتی۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

وروى احمد واصحاب السنن الثلاثة وصححه ابن حبان والحاكم من حديث ابن عباس عن عثمان بن عفان قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم مما يأتى عليه الزمان ينزل عليه من السور ذوات العدد، فكان اذا نزل عليه الشئى يدعو بعض من يكتب عنده فيقول : ضعوا هذا فى السورة التى يذكر فيها كذا. الحديث

(فتح الباری، ۹/۲۲، ط: مطبوعہ السعودیۃ العربیہ۔ اتقان، ۱/۶۰)

اس روایت سے دو باتیں صاف طور پر معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ آپ ﷺ

کے زمانہ میں بھی کتابت قرآن کا اہتمام تھا اور دوسری یہ کہ جو مخالفین حضرات صحابہ کرامؓ پر اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مفاد کے لئے قرآن کریم کی آیات میں تغیر و تبدل کیا ہے اور جس ترتیب پر نازل ہوا تھا، اس کے مطابق نہیں لکھا ان کے اس اعتراض کا افتراء اور جھوٹ ہونا معلوم ہو گیا۔ کیونکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات کی ترتیب خود حضور اکرم ﷺ بتا دیتے تھے کہ یہ آیت فلاں فلاں سورۃ میں رکھو۔ (اور "الاتقان" میں ہے):

وقال الحاكم في المستدرك جمع القرآن ثلاث مرات احداها بحضرة النبي صلى الله عليه وسلم ثم اخرج بسند على شرط الشيخين عن زيد بن ثابت قال كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم نؤلف القرآن من الرقاع (الحديث) وقال البيهقي شبه ان يكون المراد به تاليف مانزل من الآيات المتفرقة في سورها وجمعها فيها باشارة النبي صلى الله عليه وسلم

(الاتقان فی علوم القرآن، ار۵۷، النوع الثامن عشر فی جمعہ و ترتیبہ)

ترجمہ:۔ اور حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے کہ قرآن مجید تین مرتبہ جمع کیا گیا۔ پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہی کے زمانہ میں جمع ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ایک سند سے جو شیخین کی شرط پر مستند مانی گئی ہے زید بن ثابتؓ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ

ﷺ کے پاس قرآن کو مختلف ٹکڑوں سے مرتب کیا کرتے تھے

تا آخر حدیث۔ بیہقی کا قول ہے اس حدیث سے یہ مراد لینا

مناسب ہے کہ متفرق نازل ہونے والی آیتوں کو رسول اللہ ﷺ

کے ایماء سے ترتیب وار ان کی سورتوں میں جمع کرنا مراد ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے زمانے ہی میں قرآن کریم کا ایک نسخہ اپنی نگرانی میں لکھوایا تھا، اگرچہ کتابی شکل میں نہ تھا بلکہ متفرق پارچوں میں تھا اور کتابی شکل نہ دینے سے جو عذر مانع تھا وہ پہلے گذر چکا۔ یعنی یہ کہ آپ ﷺ کو بعض احکام کے منسوخ ہونے کا انتظار رہتا تھا۔

اور اس کو "پہلی مرتبہ جمع قرآن" سے یاد کیا جاتا ہے۔

دور صدیقی میں جمع قرآن کا مرحلہ:

جیسا کہ پہلے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں قرآن کریم یکجا طور پر نہیں لکھا ہوا تھا بلکہ متفرق طور پر چمڑے کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور ہڈیوں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا اور کسی کے پاس ایک آیت کسی کے پاس دو چار آیتیں لکھی ہوئی تھیں اور بعض صحابہؓ کے پاس آیات کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے ہوئے تھے۔

اس بناء پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے عہد خلافت میں یہ ضروری سمجھا کہ قرآن کریم کے ان منتشر حصوں کو یکجا کر کے محفوظ کر دیا جائے۔ انہوں نے یہ عظیم کارنامہ جن محرکات کے تحت اور جس طرح انجام دیا اس کی تفصیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان فرمائی۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

عن عبيد بن السباق ان زيد ابن ثابت قال ارسل الى
ابوبكر مقتل اهل اليمامة فاذا عمر بن الخطاب
عنده قال ابوبكر رضى الله عنه ان عمر اتانى فقال
ان القتل قد استحر يوم اليمامة بقراء القرآن وانى
اخشى ان استحد القتل بالقراء بالمواطن فيذهب
كثير من القرآن وانى ارى ان تامر بجمع القرآن
قلت لعمر كيف تفعل شيألم يفعلة رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال عمر هذا والله خير فلم يزل
عمر يراجعنى حتى شرح الله صدرى لذلك
ورأيت فى ذلك الذى راى عمر قال زيد قال
ابوبكر انك رجل شاب عاقل لانتهمك وقد
كنت تكتب الوحى لرسول الله صلى الله عليه
وسلم فتتبع القرآن فاجمعه فوالله لو كلفونى نقل
جبل من الجبال ماكان اثقل على مما امرنى به من
جمع القرآن قلت كيف تفعلون شيألم يفعله رسول
الله صلى الله عليه وسلم قال هو والله خير فلم يزل
ابوبكر يراجعنى حتى شرح الله صدرى للذى شرح
له صدر ابى بكر وعمر فتتبعت القرآن اجمعه من
العسب واللخاف وصدور الرجال حتى وجدت اخر

سورة التوبة مع ابی خزیمة الانصاریؓ لم اجدها مع احد غیرہ "لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حتی خاتمة برآءة فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمر حیاتہ ثم عند حفصة بنت عمر۔

(بخاری، باب جمع القرآن ۲/۷۴۵، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ:۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ یمامہ کے فوراً بعد حضرت ابوبکرؓ نے ایک روز مجھے پیغام بھیج کر بلوایا، میں ان کے پاس پہنچا تو وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ عمرؓ نے ابھی آ کر مجھ سے یہ بات کہی کہ جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی اور اگر مختلف مقامات پر قرآن کریم کے حافظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ ناپید نہ ہوجائے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے حکم سے قرآن کریم کو جمع کروانے کا کام شروع کردیں۔ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ جو کام آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا وہ ہم کیسے کریں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! یہ کام بہتر ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے بھی اس پر شرح صدر ہوگیا اور اب میری

رائے بھی وہی ہے جو حضرت عمرؓ کی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نوجوان اور سمجھدار آدمی ہو۔ ہمیں تمہارے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ہے۔ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے کتابت وحی کا کام بھی کرتے رہے ہو۔ لہذا تم قرآن کریم کی آیتوں کو تلاش کر کر کے انہیں جمع کرو۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر یہ حضرات مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو مجھ پر اس کا اتنا بوجھ نہ ہوتا جتنا جمع قرآن کے کام کا ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ وہ کام کیسے کر رہے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ کام بہتر ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اسی رائے کے لئے کھول دیا جو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی رائے تھی۔ چنانچہ میں نے قرآنی آیات کو تلاش کرنا شروع کیا اور کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کریم کو جمع کیا...... الخ"۔

اور چونکہ عہد رسالت ﷺ میں قران کریم متفرق طور پر لکھا گیا تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو یکجا جمع کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا۔ اس وجہ سے اس کو "دوسری مرتبہ جمع ہونے" سے یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ الاتقان میں ہے:

الثانية بحضرة ابی بکر رضی الله عنه

(الاتقان، النوع الثامن عشر فی جمعہ وترتیبہ ۱؍۵۷)

ترجمہ:۔دوسری مرتبہ قرآن کریم حضرت ابوبکرؓ کے روبرو جمع ہوا۔

آگے لکھتے ہیں:

واخرج ابن ابی داود فی المصاحف بسند حسن عن عبد خیر قال سمعت علیاً رضی الله عنه یقول اعظم الناس فی المصاحف اجراً ابوبکر رحمة الله علی ابی بکر هو اول من جمع کتاب الله۔

(الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن عشر فی جمعہ وترتیبہ ۱؍۵۷)

ترجمہ:۔ابن ابی داؤد نے کتاب المصاحف میں سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مصاحف کے بارے میں سب سے زیادہ اجر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملے گا۔خدا حضرت ابوبکرؓ پر رحمت کرے، وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب اللہ کو جمع کیا۔

یہاں "پہلے شخص ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ یکجا طور پر جمع کرنے والے پہلے ہیں۔ورنہ یوں تو حضور ﷺ کے زمانے میں بھی جمع ہوا تھا، لیکن متفرق طور پر۔

عہد ابی بکرؓ میں جمع قرآن کا طریقہ کار:

خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حسب ارشاد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو یکجا جمع کرنا شروع کیا اور اس بارے میں

انہوں نے جو کوشش کی اور جانفشانی اور احتیاط سے کام لیا اس طریق کار کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے کہ وہ خود حافظ قرآن تھے۔ لہذا وہ اپنی یادداشت سے پورا قرآن لکھ سکتے تھے اور ان کے علاوہ بھی سینکڑوں حفاظ اس وقت موجود تھے۔ ان کی ایک جماعت بنا کر بھی قرآن کریم لکھا جا سکتا تھا۔ نیز قرآن کریم کے متفرق طور پر جو مکمل نسخے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں لکھ لئے گئے تھے حضرت زیدؓ ان سے بھی قرآن کریم نقل کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے احتیاط کے پیش نظر ان میں سے صرف کسی ایک طریقہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان تمام ذرائع سے بیک وقت کام لے کر اس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفوں میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں۔ اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے قرآن کریم کی جو آیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں وہ مختلف صحابہؓ کے پاس محفوظ تھیں۔ حضرت زیدؓ نے انہیں یکجا فرمایا تا کہ نیا نسخہ ان سے نقل کیا جائے۔ چنانچہ یہ اعلان کیا گیا کہ جس شخص کے پاس قرآن کریم کی کوئی لکھی ہوئی آیت موجود ہو وہ حضرت زیدؓ کے پاس لے آئے اور جب کوئی شخص ان کے پاس قرآن کریم کی کوئی لکھی ہوئی آیت لے کر آتا تو وہ مندرجہ ذیل چار طریقوں سے اس کی تصدیق کرتے تھے:

(۱) سب سے پہلے اپنی یادداشت سے اس کی توثیق کرتے تھے۔

(۲) پھر حضرت عمرؓ بھی حافظ قرآن تھے اور روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو بھی اس کام میں حضرت زیدؓ کے ساتھ لگا دیا تھا اور جب کوئی

شخص کوئی آیت لے کر آتا تو حضرت زیدؓ اور حضرت عمرؓ دونوں مشترک طور پر وصول کرتے تھے اس طرح وصولی کے وقت بھی شرعی شہادت کا اہتمام کیا گیا اور حضرت زیدؓ کے علاوہ حضرت عمرؓ بھی اپنے حافظہ سے اس کی توثیق فرماتے تھے۔

(۳) کوئی لکھی ہوئی آیت اس وقت تک قبول نہ کی جاتی تھی جب تک دو قابل اعتبار گواہوں نے اس بات کی گواہی نہ دے دی ہو کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھی۔

(۴) اس کے بعد ان لکھی ہوئی آیتوں کا ان مجموعوں کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا تھا جو مختلف صحابہؓ نے تیار کر رکھے تھے۔ امام ابوشامہؒ فرماتے ہیں کہ اس طریق کار کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم کی کتابت میں زیادہ سے زیادہ احتیاط سے کام لیا جائے اور صرف حافظہ پر اکتفاء کرنے کے بجائے بعینہ ان آیات سے نقل کیا جائے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں جمع قرآن کا یہ طریق کار ذہن میں رہے تو حضرت زید بن ثابتؓ کے اس ارشاد کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ "سورۃ براۃ کی آخری آیات "لقد جآء کم رسول من انفسکم الخ مجھے صرف حضرت ابوخزیمہؓ کے پاس ملیں۔ ان کے سوا کسی کے پاس نہیں ملیں" اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ یہ آیتیں سوائے حضرت ابوخزیمہؓ کے کسی اور کو یاد نہیں تھیں، یا کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہ تھیں اور ان کے سوا کسی کو ان کا جزو قرآن ہونا معلوم نہ تھا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آنحضرت ﷺ کی لکھوائی ہوئی قرآن کریم کی متفرق آیتیں لے کر آرہے تھے ان میں سے یہ آیتیں سوائے حضرت ابوخزیمہؓ کے کسی

کے پاس نہیں ملیں۔ ورنہ جہاں تک ان آیات کا جزو قرآن ہونے کا تعلق ہے۔ یہ بات تواتر کے ساتھ سب کو معلوم تھی۔ اول تو جن سینکڑوں حفاظ کو پورا قرآن کریم یاد تھا۔ انہیں یہ آیات بھی یاد تھیں۔ دوسرے آیات قرآنی کے جو مکمل مجموعے مختلف صحابہؓ نے تیار کر رکھے تھے، ان میں بھی یہ آیات لکھی ہوئی تھیں۔ لیکن چونکہ حضرت زید بن ثابتؓ نے مزید احتیاط کے لئے مذکورہ بالا ذرائع پر اکتفا کرنے کے بجائے متفرق طور پر لکھی ہوئی آیتوں کو جمع کرنے کا بیڑا بھی اٹھایا تھا، اس لئے انہوں نے یہ آیات اس وقت تک اس نئے مجموعہ میں درج نہیں کیں جب تک اس تیسرے طریقہ سے بھی وہ دستیاب نہیں ہو گئیں۔ دوسری آیات کا معاملہ تو یہ تھا کہ وہ حفاظ صحابہ کو یاد ہوتے اور عہد رسالتؐ کے مکمل مجموعوں میں محفوظ ہونے کے علاوہ کئی کئی صحابہؓ لے کر آ رہے تھے۔ اس کے برعکس سورۂ براۃ کی یہ آخری آیات سینکڑوں صحابہ کو یاد تو تھیں اور جن حضرات کے پاس آیات قرآنی کے مکمل مجموعے تھے، ان کے پاس لکھی ہوئی بھی تھیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی نگرانی میں الگ لکھی ہوئی صرف ابو خزیمہؓ کے پاس ملیں، کسی اور کے پاس نہیں۔

بہر حال! حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس زبردست احتیاط کے ساتھ آیات قرآنی کو جمع کر کے انہیں کاغذ کے صحیفوں پر مرتب شکل میں تحریر فرمایا۔ لیکن ہر سورہ علیحدہ صحیفے میں لکھی گئی۔ اس لئے یہ نسخہ بہت سے صحیفوں میں مشتمل تھا۔ اصطلاح میں اس نسخہ کو "اُم" کہا جاتا ہے۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن عشر فی جمعہ و ترتیبہ، ۱ر۵۷، ط: سہیل اکیڈمی لاہور) (ایضاً فتح الباری، ۹ر۱۱) (ایضاً البرہان

فی علوم القرآن، ۱/۲۳۸) (ایضاً علوم القرآن، صفحہ ۱۸۱، ط: دار العلوم کراچی)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جمع قرآن کا تیسرا مرحلہ:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر روم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا، ہر نئے علاقہ کے لوگ جب مسلمان ہوتے تو وہ ان مجاہدین اسلام یا ان تاجروں سے قرآن کریم سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی اور جیسا کہ پہلے معلوم ہوا کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا تھا اور مختلف صحابہ کرامؓ نے اسے آنحضرت ﷺ سے مختلف قرأتوں کے مطابق سیکھا تھا۔ اس لئے ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اسی کے مطابق قرآن پڑھایا۔ جس کے مطابق خود اس نے حضور ﷺ سے پڑھا تھا۔ اس طرح قرأتوں کا یہ اختلاف عجم وعرب کے دور دراز ممالک تک پہنچ گیا۔ جب تک لوگ اس حقیقت سے واقف تھے کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، اس وقت تک اختلاف قرأت سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن جب یہ اختلاف دور دراز ممالک میں پہنچا اور یہ بات ان میں پوری طرح مشہور نہ ہو سکی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے تو اس وقت لوگوں میں جھگڑے پیش آنے لگے۔ بعض لوگ اپنی قرأت کو صحیح اور دوسرے کی قرأت کو غلط قرار دینے لگے۔ اس لئے ان جھگڑوں کے تصفیہ کی کوئی قابل اعتماد صورت یہی تھی کہ ایسے نسخے پورے عالم اسلام میں پھیلا دیئے جائیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں اور انہیں دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ کونسی قرأت صحیح اور کونسی غلط ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہی عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ (گزشتہ صفحات میں قدرے وضاحت کے ساتھ مذکور ہوا ہے)۔

اس کارنامہ کی تفصیل روایات حدیث کے ذریعہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آرمینیا اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں مشغول تھے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگوں میں قرآن کریم کی قرأتوں کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے۔ چنانچہ مدینہ طیبہ واپس آتے ہی وہ سیدھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور جا کر عرض کیا کہ امیر المومنین! قبل اس کے کہ یہ امت اللہ کی کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کا شکار ہو، آپ اس کا علاج فرمائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا بات کیا ہے؟ حضرت حذیفہؓ نے جواب میں کہا کہ میں آرمینیا کے محاذ پر جہاد میں شامل تھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ شام کے لوگ ابی بن کعبؓ کی قرأت پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوتی، اور اہل عراق عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت پڑھتے ہیں جو اہل شام نے نہیں سنی ہوتی۔ اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔

حضرت عثمانؓ خود بھی اس خطرے کا احساس پہلے ہی کر چکے تھے۔ انہیں یہ اطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ میں ایسے واقعات پیش آئے ہیں کہ قرآن کریم کے ایک معلم نے اپنے شاگردوں کو ایک قرأت کے مطابق قرآن پڑھایا اور دوسرے معلم نے دوسری قرأت کے مطابق۔ اس طرح مختلف اساتذہ کے شاگرد جب باہم ملتے تو ان میں اختلاف ہوتا اور بعض مرتبہ یہ اختلاف اساتذہ تک پہنچ جاتا اور وہ بھی ایک دوسرے کی قرأت کو غلط قرار دیتے۔ جب حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے بھی اس خطرے کی طرف توجہ دلائی تو حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ "مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ

ایک دوسرے سے اس قسم کی باتیں کہتے ہیں کہ میری قرأت تمہاری قرأت سے بہتر ہے اور یہ بات کفر کی حد تک پہنچ سکتی ہے۔ لہذا آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ صحابہؓ نے خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے کیا سوچا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی اختلاف اور افتراق پیش نہ آئے۔ صحابہؓ نے اس رائے کو پسند کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تائید فرمائی۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتفاق رائے کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے کے جو صحیفے موجود ہیں وہ ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ ہم ان کو مصاحف میں نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بنائی جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ پر مشتمل تھی۔ اس جماعت کو اس کام پر مامور کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ صحیفوں سے نقل کر کے کئی ایسے مصاحف تیار کرے جن میں سورتیں بھی مرتب ہوں۔

بنیادی طور پر یہ کام مذکورہ چار حضرات ہی کے سپرد کیا گیا، لیکن پھر دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ان کی مدد کے لئے ساتھ لگا دیا گیا، یہاں تک کہ ابن ابی داؤدؒ کی روایت کے مطابق ان حضرات کی تعداد بارہ تک پہنچ گئی۔ جن میں حضرت ابی بن

کعب رضی اللہ عنہ، حضرت کثیب بن افلح رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن ابی عامر رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی شامل تھے۔ ان تمام حضرات نے بھرپور احتیاط و اہتمام کے ساتھ پانچ یا سات نسخے تیار کئے اور مختلف ممالک میں ارسال کئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ان تیار کردہ نسخوں میں سورتوں کو بھی مرتب کیا گیا اور ایسے رسم الخط میں لکھیں جس میں تمام متواتر قرأتیں سما سکیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کارنامے کو پوری امت مسلمہ نے بہ نظر استحسان دیکھا، اور تقریباً تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کام میں ان کی تائید اور حمایت فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لاتقولوا فی عثمان الا خیراً فواللہ مافعل الذی فعل فی المصاحف الا عن ملأمنا (اخرجہ ابن ابی داؤد بسند صحیح)

(الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی، ۵۹/۱، ط: سہیل اکیڈمی، لاہور)
(ایضاح البخاری، ۱۵/۹)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے سوا نہ کہو۔ کیونکہ اللہ کی قسم انہوں نے مصاحف کے معاملہ میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی اور مشورے سے کیا۔

اور ایک اور روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد مبارک ہے:

وقد قال علی لو ولیت لعملت بالمصاحف التی عمل بھا عثمان

(الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن عشر فی جمعہ وترتیبہ، ۱/۶۰)

ترجمہ:۔اور تحقیق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں حکمران ہوتا تو مصاحف کے ساتھ وہی عمل کرتا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کارنامہ کو تیسری مرتبہ جمع قرآن کہا جاتا ہے۔ چنانچہ "الاتقان فی علوم القرآن" میں ہے:

قال الحاکم والجمع الثالث ھو ترتیب السور فی زمن عثمان الخ

(الاتقان، النوع الثامن عشر، ۱/۵۹)

ترجمہ: حاکم نے فرمایا "اور تیسری مرتبہ قرآن کریم کا جمع ہونا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سورتوں کو مرتب کرنا ہے۔" (الی آخرہ)

تفصیل وحوالہ جات کے لئے ملاحظہ کیجئے:

☆......الاتقان فی علوم القرآن للسیوطیؒ، النوع الثامن عشر فی جمعہ وترتیبہ، ۱/۵۷، ط: سہیل اکیڈمی۔

☆......ایضاً صحیح البخاری مع فتح الباری للحافظ ابن حجرؒ، ۹/۱۳

☆......ایضاً مستدرک حاکم، ۲/۲۲۹ بحوالہ علوم القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، صفحہ ۱۸۷

☆......ایضاً مناہل العرفان، ۱/۲۵۳، ۲۵۴، بحوالہ علوم القرآن، صفحہ ۱۸۷

خلاصہ:

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ ہر دور میں قرآن کریم کی حفاظت کا بھرپور انتظام فرمایا اور حضور علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اب تک حضرات اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی خدمت کے لئے قبول فرمایا اور الحمدللہ ثم الحمدللہ ہمیں اس پر فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کے لئے ہم کو ذریعہ بنایا اور ہم اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن وہی قرآن ہے جو عرصہ تیئس ۲۳ سال میں حضور نبی کریم ﷺ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے نازل ہوا اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد نہ اس میں کسی حرف کا اضافہ ہوا نہ کمی ہوئی نہ کوئی تغیر وتبدل ہوا، بلکہ جیسا تھا ویسا اب بھی ہے۔

اور ہم اہل سنت والجماعت متفقہ طور پر ہر اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج اور کائنات کا بدترین کافر سمجھتے ہیں جو یہ مذموم عقیدہ رکھتا ہے کہ:

موجودہ قرآن نامکمل ہے یا اس میں کچھ زیادتی یا کمی ہوئی ہے یا تقدیم و تاخیر ہوئی ہے۔

شیعوں کا قرآن مجید پر نہ کبھی ایمان تھا اور نہ آئندہ ممکن ہے:

سوال:۔ جناب علی عبدی صاحب اپنے تفصیلی سوالنامہ میں لکھتے ہیں کہ "عالم تشیع کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ شیعوں میں مذہبی حیثیت سے کسی دور میں نہ تحریف قرآن کا عقیدہ تھا اور نہ آج ہے۔

جواب:۔ جناب علی عبدی صاحب آپ کا اتنا بڑا دعویٰ کرنا

مذہب شیعیت کو برملا طور پر جھٹلانے کے مترادف ہے۔ بظاہر آپ کے اس دعویٰ کے دو وجہ سمجھ میں آتی ہیں:

(۱) یا تو آپ اپنے مذہب کی حقیقت سے ناواقف ہیں، پھر تو آپ معذور ہیں۔

(۲) یا پھر آپ نے دیدہ دانستہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے اور اپنے اصل مذہب کو چھپانے کی غرض سے "دروغ مصلحت آمیز" سے کام لیتے ہوئے تقیہ کی پناہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ شیعوں کے نزدیک تقیہ (مصلحت کے لئے جھوٹ بولنا) بھی ان کے دین کا بہت اہم حصہ ہے۔ صرف حصہ ہی نہیں بلکہ جو تقیہ نہ کرے اس کا کوئی دین ہی نہیں اور شیعوں کے دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ پر مبنی ہیں۔ یعنی ۱۰/۹ حصے تقیہ پر ہیں۔ اور جو شخص تقیہ (جھوٹ بولنا) نہ کرے اس کا کوئی ایمان نہیں۔ چنانچہ اصول کافی میں ہے:

قال لی ابوعبدالله علیه السلام یا ابا عمر ان تسعة اعشار الدین فی التقیه ولا دین لمن لاتقیة له ...... الخ

(اصول کافی ج ۲ صفحہ ۲۱۷ کتاب الکفر والایمان باب التقیہ)

ترجمہ:۔ ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا اے ابوعمر، بے شک دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں اور جو شخص تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں الخ۔ (یعنی بے دین ہے)۔

ایسے ہی امام باقر سے شیعہ مذہب کی مذکورہ بالا کتاب میں منقول ہے:

التقیة دینی و دین ابائی ولا ایمان لمن لاتقیة له

(اصول کافی ج ۲ صفحہ ۲۲۴ باب الکتمان، ط طہران)

ترجمہ:۔امام باقر علیہ السلام نے فرمایا "تقیہ (مصلحت کے لئے جھوٹ بولنا) میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور جو شخص تقیہ نہ کرے اس کا کوئی ایمان نہیں۔

بہر حال! اگر آپ کے اس دعوے کی وجہ تقیہ ہے تو پھر بھی آپ کی مجبوری ہے، کیونکہ آخر دین و ایمان کو تو بچانا ضروری تھا اور وہ بغیر تقیہ کے آپ کے مذہب میں ممکن نہیں تھا۔

اور اگر آپ کے دعویٰ کا سبب اپنے مذہب سے ناواقفیت ہے تو بھی کوئی بات نہیں۔ تو آیئے ہم آپ کو آپ کی اپنی کتابوں سے آپ کے مذہب سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ اپنے دعویٰ پر نظر ثانی کر لیں کہ کس حد تک آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔

، کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

انما شفاء العی السؤال

بے شک جہالت کا علاج سوال ہے۔

نیز جناب علی عبدی صاحب آپ نے تو صرف دعویٰ کیا اور دعویٰ کی کوئی دلیل نہ بتائی۔ اب ہمارا دعویٰ بمعہ دلیل کے ملاحظہ کیجئے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ:

کسی شیعہ کا موجودہ قرآن پر نہ کبھی ایمان تھا اور نہ ہی آئندہ مذہب شیعت پر رہتے ہوئے کبھی موجودہ قرآن پر ایمان ہو سکتا ہے۔

اس کے بہت سے وجوہ ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند وجوہ رقم کئے جاتے ہیں:

مومن قرآن شدن بارفض دوں ایں خیال است ومحال است وجنوں

وجہ اول:

یہ کہ شیعہ حضرات کا نہایت ضروری عقیدہ بلکہ ان کے مذہب کی بنیاد یہ ہے کہ ناقلین قرآن اور راویان دین وایمان کی پہلی جماعت یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ساری کی ساری جھوٹی تھی۔ ان میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو جھوٹا نہ ہو۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ بخیال شیعہ اس جماعت میں دو گروہ تھے۔ ایک حضرات خلفائے ثلثہ اور ان کے ساتھیوں کا جو بڑا گروہ تھا اور چار پانچ کے علاوہ باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اسی گروہ میں شامل تھے۔ دوسرا گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کا، جس میں گنتی کے کل چار پانچ آدمی شامل تھے اور شیعہ مذہب کے بقول تین چار کے سوا باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے مرتد ہو گئے تھے۔ (نعوذ باللہ)

جیسا کہ احتجاج طبرسی میں ہے:

ما من الأمة احد بايع مكرها غير علي واربعتنا

(احتجاج طبرسی، صفحہ ۴۹ بحوالہ تنبیہ الحائرین، صفحہ ۲۱ اور شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم، صفحہ ۳۳۰)

ترجمہ:۔ امت میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں تھا جس نے ناخوشی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ہو، سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور ہمارے چار اشخاص کے۔

اور شیعوں کی مستند کتاب رجال کشی، صفحہ ۸ میں ہے۔

ارتد الناس الا ثلثة نفر سلمان وابوذر و مقداد وان

اردت الذی لم یشک ولم یدخله شئی فالمقداد.

(بحوالہ تنبیہ الحائرین، صفحہ ۱۹)

(ایضاً ایرانی انقلاب، صفحہ ۲۲۳ بحوالہ فروع کافی، ج ۳ صفحہ ۱۱۵ کتاب الروضہ)

ترجمہ:۔ سب لوگ مرتد ہو گئے سوائے تین اشخاص کے ۔ سلمان، ابوذر، مقداد اور اگر تم ایسا شخص چاہتے ہو جس نے بالکل شک نہ کیا اور اس کے دل میں کوئی برائی نہ ہو تو وہ صرف مقداد تھے۔

پہلی روایت میں چار اشخاص سے مراد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ ہیں۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ اشخاص کے علاوہ پوری امت نے دل وجان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ صرف یہ پانچ آدمی تھے جن کی زبان تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی، مگر دل کسی اور طرف تھے۔ بہر حال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (جو بقول شیعہ رئیس المرتدین تھے) کی بیعت ان پانچ نے بھی کی۔

شیعہ مذہب کہتا ہے کہ پوری امت نے سوائے ان پانچ افراد کے دل و جان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے (نعوذ باللہ) ارتداد و نفاق کا راستہ اختیار کیا اور ان پانچ افراد نے بہ امر مجبوری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے تقیہ (مصلحت آمیز جھوٹ) کا راستہ اختیار کیا، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری کی پوری جماعت جھوٹی تھی۔ فرق یہ ہے کہ پہلے گروہ کے جھوٹ کا نام نفاق ہے اور دوسرے گروہ کے جھوٹ کا نام تقیہ ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلا گروہ

جھوٹ کو عبادت نہ سمجھتا تھا اور دوسرا گروہ تقیہ کے نام سے جھوٹ کو بہت بڑی عبادت سمجھتا تھا۔

اب جناب علی عبدی صاحب آپ ذرا انصاف سے بتائیں کہ جب شیعہ مذہب کی رو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ساری کی ساری جماعت جھوٹی ٹھہری تو جو قرآن (نعوذ باللہ) ان مرتدوں اور جھوٹوں کی نقل و روایت کے ذریعہ بعد کی امت کو پہنچا، اس پر شیعوں کا ایمان کیسے ہو سکتا ہے؟ اور نہ صرف قرآن کا بلکہ دین کی کسی چیز کا شیعوں کو کسی طرح اعتبار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دین کی ہر چیز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نقل و روایت ہی سے بعد والوں کو پہنچی ہے اور ظاہر ہے کہ جھوٹوں اور جھوٹ پر اتفاق کرنے والوں اور مرتدین کی نقل و روایت پر کسی طرح یقین و ایمان نہیں ہو سکتا۔

وجہ دوم:

شیعوں کا قرآن پر ایمان نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ شیعوں کے ائمہ معصومین کی روایات اس بات پر متفق ہیں کہ یہ موجودہ قرآن جو ہمیشہ سے پڑھا پڑھایا جاتا ہے اور جو سینوں اور سفینوں میں ہمیشہ سے محفوظ ہے، یہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے اہتمام و انتظام سے جمع ہوا ہے اور انہیں کے ذریعہ پوری دنیا میں پھیلا ہے۔

اور اس موجودہ قرآن کی اس کے علاوہ کسی اور قابل اعتماد ذریعہ سے تصدیق ان حضرات سے جن کو شیعہ ائمہ معصومین کہتے ہیں، شیعوں کی کتاب میں منقول نہیں ہے، اور حضرات خلفائے ثلاثہ (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر ابن

الخطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے بارے میں شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ نہ صرف بے دین تھے بلکہ دین کے بدترین دشمن تھے۔ دین کے خلاف سازشیں کرنا ان کا پیشہ تھا اور صرف اقتدار حاصل کرنے کے لئے وہ مسلمان ہوئے تھے۔ حقیقتاً مسلمان نہیں تھے اور ظالم تھے۔ اسی کے ساتھ وہ ایسی مافوق الفطرت قوت وطاقت کے مالک تھے جو ناممکن کو ممکن بنا لیتی تھی۔ چنانچہ ہزاروں افراد کی مختلف المزاج اور مختلف الاغراض مجمع کو جھوٹی بات پر متفق کر لینا اور ایک ایسا واقعہ جو ہزاروں افراد نے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہو، ان سب کو اس واقعہ کے انکار پر متفق کر لینا عقلاً ناممکن ہے۔ لیکن یہ ناممکن ان کے لئے بڑا آسان تھا جس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرات شیعہ کے بقول آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم میں ستر ہزار انسانوں کے عظیم مجمع کے سامنے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان کر کے ان کی خلافت وولی عہدی کا اعلان فرمایا۔ خطبہ کے بعد تمام حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ تین دن تک مسلسل بیعت کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ جتنے لوگ وہاں موجود تھے، سب نے بیعت کی۔ (ترجمہ حیات القلوب، ج ۲ صفحہ ۸۲ بحوالہ شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم، صفحہ ۲۳۲)

لیکن تھوڑے دنوں بعد جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا وقت آیا تو شیعہ روایات کے مطابق خلفائے راشدینؓ نے ان بے شمار انسانوں کو اس بات پر متفق کر دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کرنے کا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں اور سب سے کہلوا دیا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی

رضی اللہ عنہ کی جانشینی کا کوئی اعلان نہیں فرمایا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گدھے پر سوار کیا اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کی انگلی پکڑ کر مہاجرین وانصار میں سے ایک ایک کے دروازے پر گئے۔ مگر خدا جانے خلفائے ثلاثہ نے لوگوں پر کیا جادو کر دیا تھا کہ سوائے تین چار آدمیوں کے ایک فرد نے بھی ان کا ساتھ نہ دیا۔

(احتجاج طبرسی، صفحہ ۴۷، بحوالہ شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم، صفحہ ۲۴۲)

اسی کی دوسری مثال یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے بقول رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الوفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کا امام نہیں بنایا تھا مگر خلفائے ثلاثہ نے خلاف واقعہ اس بات کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے منوالیا کہ مرض الوفات میں آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ گویا خلفائے ثلاثہؓ نے اس جھوٹ کو متواتر بنادیا اور سب کو اس پر متفق کر دیا۔ چنانچہ جب بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ سوال آیا کہ مرض الوفات میں آنحضرت ﷺ نے اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لئے کس کو مقرر فرمایا تھا؟ تو ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا۔ کسی نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کا نام نہ لیا۔

الغرض کسی متواتر واقعہ کا دنیا بھر کے آدمیوں سے انکار کرا دینا اور جو واقعہ کبھی پیش نہ آیا ہو اس کو متواتر بنا دینا خلفائے ثلاثہ کے لئے بقول شیعہ نہایت آسان کام تھا۔ مزید برآں یہ کہ یہ حضرات بڑی پرشوکت وسلطنت اور تاج و تخت کے مالک تھے۔ شیعوں کے بقول دین کے خلاف سازشیں کرنا اور دھونس اور

دھاندلی کے ساتھ کسی چیز کو منوالینا ان کے لئے کچھ بھی مشکل نہ تھا۔

اب جناب علی عبدی صاحب! آپ ذرا انصاف سے بتاؤ کہ دین کی اتنی بڑی چیز جس پر دین کی بنیاد ہے اس دین کے مکار دشمن کے ہاتھ سے ملے اور دشمن بھی کیسا طاقتور، اور پھر اس کے بعد خائن وکاذب بھی ہو اور جو صرف اقتدار حاصل کرنے کے لئے اسلام سے وابستہ ہوا ہو، کسی دوسرے ذریعہ سے اس چیز کی تصدیق بھی نہ ہو تو کیا وہ چیز لائق اعتبار ہو سکتی ہے؟ اور کس طرح یہ اطمینان ہو سکتا ہے کہ اس دشمن نے اس میں کچھ تصرف نہ کیا ہوگا؟ حاشا ثم حاشا ہرگز نہیں۔

وہ زمانہ تو بالکل آغاز اسلام کا تھا۔ اس وقت پریس وغیرہ بھی نہ تھے آج اگر کوئی یہودی یا عیسائی قرآن شریف لکھ کر فروخت کرے تو کوئی مسلمان اس پر اعتبار نہ کرے گا، نہ اس کو خریدے گا، تاوقتیکہ کسی معتبر حافظ کو دکھلا کر یا کسی صحیح نسخہ سے مقابلہ کرکے اطمینان نہ کر لے۔ پس معلوم ہوا کہ کسی شیعہ کا ایمان قرآن پر نہیں ہو سکتا۔

جناب علی عبدی صاحب! میں آپ سے مختصراً یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا کوئی ایسی روایت جس کے راوی یکسر جھوٹے ہوں اور کافر و منافق ہوں تو اس روایت کو معتبر مانا جائیگا یا نہیں؟

اگر راوی کے جھوٹا ہونے کے باوجود آپ کے مذہب میں اس کی روایت کا اعتبار ہے تو پھر کسی شیعہ کے لئے (جو تحریف قرآن کے انکار کا دعویٰ کرتا ہے) یہ گنجائش نہیں ہے کہ وہ کہے کہ ہماری کتابوں میں تحریف کی روایتیں ضعیف ہیں۔

اور اگر جھوٹے راوی کی روایت کا اعتبار نہیں تو (نعوذ باللہ) مرتدین اور دشمن دین کے روایت کردہ اور جمع کردہ قرآن کا اعتبار کیسے ہو سکتا ہے؟

خلاصہ

مذکورہ دونوں توجیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی شخص یہ دعوٰی کرے کہ موجودہ قرآن سچا ہے تو اس کو یہ بات بھی تسلیم کرنی ہوگی کہ اس کے ناقلین اور راوی بھی سچے تھے اور ایماندار اور عادل تھے، جیسا کہ الحمد للہ ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے اور جو بھی یہ تسلیم کرلے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لائق اعتماد سمجھے تو اس کو یہ بات بھی ماننی پڑے گی کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے صحیح کیا ہے اور ان پر اعتراض اور نکتہ چینی فضول ہے۔ اسی سے خلافت کا جھگڑا بھی طے ہوجائے گا اور باغ فدک کا قضیہ اور دیگر تمام تہمتیں جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر لگائی گئیں ہیں وہ سب ختم ہوجائیں گی اور سارے جھگڑے ختم ہوجائیں گے۔

اور مذہب شیعیت جو مذکور الصدر ناروا اور بے بنیاد الزامات پر مبنی ہے اس کو خیر باد کہنا پڑے گا۔ اس کے بغیر کسی شیعہ کے لئے موجودہ قرآن پر ایمان ہونے کا دعوٰی کرنے کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

جامعین و ناقلین قرآن کے کافر و مرتد ہونے کا شیعوں کی کتابوں سے ثبوت:

جناب علی عبدی صاحب! شاید آپ کو یہ بات عجیب معلوم ہو کہ "کیا واقعی شیعہ مذہب ناقلین قرآن اور جامعین قرآن کو جھوٹا و مرتد و خودغرض کہتا ہے" اور یقیناً یہ تعجب کی بات ہے بھی۔

لیجئے میں آپ کو ناقلین قرآن و جامعین قرآن شیعہ مذہب کے آئینے میں

دکھاتا ہوں کہ شیعہ مذہب میں راویان قرآن کو کس روپ میں پیش کیا ہے۔ اس کے بعد آپ غور کریں کہ کیا ایسے مذہب میں رہتے ہوئے قرآن کے سچا ہونے کا دعویٰ ممکن ہے؟ چنانچہ قرآن کریم کی آیت:

ان الذین امنوا ثم کفروا ...... الایة (سورة النساء : ۱۳۷)

کے ذیل میں اصول کافی میں امام جعفر صادقؒ سے روایت نقل کی ہے کہ:

(۱) نزلت فی فلان وفلان و فلان آمنوا بالنبی صلی الله علیه وسلم فی اول الامر و کفروا حیث عرضت علیهم الولایة...... فهؤلاء لم یبق فیهم من الایمان شیٔ.

(اصول کافی ج ۱ صفحہ ۴۲۰ کتاب الحجہ، ط: ایران)

ترجمہ:۔ یہ آیت فلاں اور فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پہلے وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔ پھر جب ان پر (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی) امامت وولایت پیش کی گئی تو وہ کافر ہو گئے (آخر میں کہا) کہ ان میں ذرا بھر بھی ایمان باقی نہ رہا۔

اصول کافی کی مشہور شرح "الصافی" کے مصنف نے اس روایت کی یوں تشریح کی ہے:

(۲) امام گفت این آیت نازل شد در ابوبکر وعمر وعثمان اھ

(الصافی جزء سوم حصہ دوم، صفحہ ۹۸، بحوالہ ارشاد الشیعہ، صفحہ ۷۴)

ترجمہ:۔ امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول ابوبکر،
عمر اور عثمان کے بارہ میں ہوا۔

اور "اسرار آل محمد" جو مذہب شیعہ کی دنیائے کائنات میں سب سے پہلی کتاب ہے اور مستند کتاب ہے، جو "سلیم بن قیس کوفی" متوفی ۹۰ ہجری کی تالیف ہے اور اس کتاب کے بارے میں امام صادقؑ کا قول اس کے ٹائیٹل پر لکھا ہوا ہے کہ

"ہر کس از پیروان و دوستان ما کتاب سلیم بن قیس ہلالی را نداشتہ
باشد چیزے از مسائل امامت ما نزد او نیست واز وسیلہ ہای ما ہیچ
آگاہی ندارد آن کتاب الفبای شیعہ وسری از اسرار آل محمدؐ است"

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پیروکاروں اور متبعین میں سے جس کے پاس سلیم بن قیس ہلالی کی مذکورہ کتاب نہ ہو وہ ہمارے امامت کے مسائل میں سے کچھ بھی نہیں جانتا اور ہمارے وسیلوں سے کچھ خبر نہیں رکھتا، وہ کتاب شیعوں کی بنیاد اور آل محمد (ﷺ) کی رازوں میں سے ایک راز ہے۔

اس کتاب میں جناب سلیم صاحب لکھتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کے بعد چار کے علاوہ سب مرتد ہو گئے، ابوبکر گوسالہ اور عمر سامری کے مشابہ ہے۔

(۳) عبارت ملاحظہ ہو:

سلمان می گوید: علی (ع) فرمود: ہمہ مردم بعد از پیامبر (ص)
از دین بر گشتند بجز چہار نفر..... علی (ع) شبہ ھارون است، عتیق
(ابوبکر) شبہ گوسالہ و عمر شبہ سامری اند

(اسرار آل محمد، صفحہ ۳۳، حدیث ارتداد اصحاب)

(۴) اسی کتاب میں صفحہ نمبر ۲۱۱ پر لکھا ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موت کے وقت "لا الہ الا اللہ" نہ کہہ سکے۔

اور جلاء العیون میں علامہ محمد باقر مجلسی لکھتا ہے کہ:

(۵) (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے کفر میں شک کرنے والا کافر ہے۔

عبارت ملاحظہ ہو:

......ھیچ عاقل را مجال آن ھست کہ شک کند در کفر عمر و کفر کسے کہ عمر را مسلمان داند

(جلاء العیون (فارسی) جریان حدیث و دوات و قلم، ۱/۶۳، ط: کتاب فروشی اسلامیہ تہران)

(۶) اور العالم الجلیل المحدث المتبحر السید نعمت اللہ الموسوی الجزائری المتوفی ۱۱۱۲ھ اپنی کتاب "الانوار النعمانیہ" میں لکھتا ہے کہ:

"حضور کے بعد سوائے چار سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار کے سارے مرتد ہو گئے اور اس میں کوئی اشکال نہیں"۔

آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے:

(۷) ارتد عن الدین ارتدادا اعظم من کل من ارتد الخ

یعنی مطلب ہے کہ (حضرت) عمر تمام مرتدوں میں سب سے بڑا مرتد ہوا اور خاص روایات میں یہ بات ہے کہ شیطان کو ۷۰ زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کی طرف لایا جائے گا۔ وہ اپنے سامنے ایک شخص دیکھے گا جو ۱۲۰ زنجیروں میں باندھا ہوا ہوگا اور فرشتے اس کو کھینچ رہے ہوں گے۔ پھر شیطان ان کے (حضرت عمر کے) قریب ہو کر

کہے گا کہ اس بد بخت نے کیا جرم کیا ہے کہ مجھ سے بھی زیادہ عذاب دیا جا رہا ہے۔

(الانوار النعمانیہ، ۱ر۸۱، ط: ایران)

جناب علی عبدی صاحب! یہ صرف ایک جھلک ناقلین قرآن کی شیعہ مذہب کے آئینے میں دکھائی گئی۔ اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش فی الوقت نہیں۔

ناقلین قرآن کے تکفیر کے بارے میں مزید مندرجہ ذیل کتب شیعہ کے حوالے دیکھے جا سکتے ہیں:

(۱) الاصول الکافی، ۱ر۴۳۵، کتاب الحجہ، لابی جعفر محمد بن یعقوب الکلینی، ط: ایران)

(۲) اسرار آل محمد، صفحہ ۴۳

(۳) الانوار النعمانیہ، ۳ر۲۶۴، تالیف نعمت اللہ الموسوی، ط: ایران

(۴) الانوار النعمانیہ، ۱ر۸۲، تالیف نعمت اللہ الموسوی، ط: ایران

(۵) حق الیقین، ج ۱ صفحہ ۵۰۹ اور صفحہ ۵۰۰، تالیف علامہ باقر مجلسی، طبع قدیم ایران

(۶) حیات القلوب فارسی، ج ۲ صفحہ ۶۲۷ اور ج ۲ صفحہ ۸۶۷، ط: نولکشور لکھنؤ۔

(۷) ترجمۂ حیات القلوب اردو، صفحہ ۸۷۹، ج ۲ صفحہ ۹۰۰، ط: امامیہ کتب خانہ موچی دروازہ لاہور۔

(۸) ترجمۂ حیات القلوب اردو، صفحہ ۱۷۳، صفحہ ۸۶۷

(۹) ترجمۂ مقبول احمد دھلوی، صفحہ ۸۴۰، سورۃ الاحزاب۔ ۲۸، ۲۹۔ ط: افتخار بک ڈپو لاہور۔

(۱۰) بحار الانوار، ترجمۂ فارسی، ج ۔۱۳، صفحہ ۵۷۶، علامہ محمد باقر مجلسی، طبع ایران۔

"تلک عشرۃ کاملۃ"

شیعوں کے قرآن پر ایمان نہ ہونے کی تیسری وجہ:

شیعوں کی معتبر اور نہایت ہی معتبر کتابوں میں جن پر ان کے مذہب کی بنیاد ہے۔ اس مضمون کی دو ہزار سے زائد روایتیں ان کے ائمہ معصومین سے مروی ہیں کہ (نعوذ باللہ) قرآن کریم کے جمع کرنے والوں نے قرآن کریم میں تحریف کر دی ہے اور یہ تحریف پانچ قسم کی ہے۔

اول:۔ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں اور سورتیں نکال دیں۔

دوم:۔ اپنی طرف سے عبارتیں بنا کر قرآن میں داخل کر دیں۔

سوم:۔ قرآن کے الفاظ بدل دیئے۔

چہارم:۔ حروف تبدیل کر دیئے۔

پنجم:۔ اس کی ترتیب الٹ پلٹ کر دی۔

نیز علمائے شیعہ نے تحریف قرآن کی ان دو ہزار سے زائد روایات کے بارے میں تین باتوں کا اقرار کیا ہے۔

پہلا اقرار:۔

یہ کہ تحریف کی روایات متواتر ہیں اور ان کی تعداد مسئلہ امامت کی روایات سے کسی طرح کم نہیں۔

دوسرا اقرار:۔

یہ کہ یہ روایات تحریف قرآن پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں، ان کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

تیسرا اقرار:۔

یہ کہ شیعہ ان روایات کے مطابق تحریف قرآن کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔
شیعوں کے ان تینوں اقراروں کو آگے بحوالہ نقل کیا جائے گا۔
جناب علی عبدی صاحب! کیا اب بھی اس بات کی گنجائش رہے گی کہ
"شیعوں میں مذہبی حیثیت سے تحریف قرآن کا عقیدہ نہیں ہے۔"
نمونے کے طور پر ہر قسم کی تحریف کی روایتیں شیعوں کی معتبر کتابوں سے ملاحظہ ہو۔

قرآن کریم میں کم کئے جانے کی روایات:

"اصول کافی" جو شیعہ مذہب کی سب سے زیادہ معتبر کتاب ہے۔ جس کے مصنف جناب محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۸/۳۲۹ھ "ثقۃ الاسلام" کے لقب سے ملقب ہیں اور وہ بیک واسطہ امام معصوم مفترض الطاعۃ امام حسن عسکری کے شاگرد ہیں۔ یہ کتاب امام غائب کی غیبت صغریٰ کے زمانے میں لکھی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ سفیروں کے ذریعہ یہ کتاب امام غائب کی خدمت میں بھیجی گئی۔ امام غائب نے اس کو ملاحظہ فرما کر اس کی تصدیق فرمائی اور فرمایا "ہذا کاف لشیعتنا" یعنی یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ اس لئے اس کا نام "الکافی" رکھا گیا۔ (مقدمہ اصول کافی، ج ا صفحہ ۲۰، ط: ایران)

اور علامہ حسین بن محمد تقی نوری طبرسی اپنی کتاب ''فصل الخطاب'' میں ''اصول کافی'' کا مرتبہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

''جب کوئی روایت کافی جیسے کتاب میں ہو تو اس کی سند صحیح ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' یعنی کسی روایت کا کافی میں موجود ہونا ہی اس کے صحیح ہونے کی ضمانت ہے۔

(فصل الخطاب، صفحہ ۳۵۱، سطر: ۱۹!)

(۱) اس اصول کافی میں کتاب الامامۃ کے ایک باب کا عنوان ہے:

''بـاب انـه لـم يـجـمـع القرآن كله الا الائمة عليهم السلام''

(ج ۱ صفحہ ۲۲۸، ط: ایران)

یعنی یہ باب ان حدیثوں کے بیان میں ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پورا قرآن صرف ائمہ کے سوا کسی نے جمع نہیں کیا۔

اور ظاہر ہے کہ جو قرآن ہمارے پاس ہے وہ ائمہ کا جمع کیا ہوا نہیں۔ لہذا اس باب کے مطابق موجودہ قرآن ناقص ہوا۔

لیجئے اس سے ''ثقۃ الاسلام کلینی صاحب'' کا عقیدۂ تحریف بھی ثابت ہوگیا۔ کیونکہ حسین نوری صاحب ''فصل الخطاب فی تحریر کتاب رب الارباب'' میں لکھتا ہے کہ کلینی صاحب موجودہ قرآن کے تحریف کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ متقدمین کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ اپنے عقیدے اور مذہب کے مطابق عنوان قائم کرتے ہیں اور نوری صاحب نے اس بارے میں اپنی تائید کے لئے علامہ مجلسی کا

حوالہ دیا ہے۔ فصل الخطاب کی عبارت ملاحظہ ہو:

واستظهر المحقق السيد محسن الكاظمى فى شرح الوافية مذهبه (مذهب الكلينى) من الباب الذى عقد فيه وسماه "باب انه لم يجمع القرآن كله الا الائمة عليهم السلام" فان الظاهر من طريقته انه انما يعقد الباب لما يرتضيه قلت وهو كما ذكره فان مذاهب القدماء تعلم غالبا من عناوين ابوابهم وبه صرح ايضاً العلامة المجلسى فى مرآة العقول

(فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب، المقدمۃ الثالثۃ صفحہ ۲۵، ۲۶)

اصول کافی کے باب مذکور کی روایات ملاحظہ کیجیے۔

(۲) عن عمرو بن المقدام عن جابر قال سمعت ابا جعفر عليه السلام يقول ماادعى احد من الناس انه جمع القرآن كله كما انزل الا كذاب، وما جمعه وحفظه كمانزله الله تعالىٰ الا على بن ابى طالب عليه السلام والائمة من بعده عليهم السلام

(اصول کافی، کتاب الحجہ باب انہ لم یجمع القرآن کلہ الا الائمۃ ا ج ۱/۲۲۸)

ترجمہ:۔ جابر نے کہا کہ میں نے ابوجعفر علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ لوگوں میں سے جو شخص بھی یہ دعویٰ کرے کہ میں نے پورا قرآن جمع کیا، جیسے نازل ہوا تو وہ بڑا جھوٹا ہے اور حضرت علیؑ اور ان کے بعد کے ائمہ علیہم السلام کے سوا کسی نے بھی اس کو نہ یاد

کیا، جس طرح نازل ہوا اور نہ جمع کیا۔

(۳) عن جابر عن ابی جعفر علیه السلام أنه قال مایستطیع احد ان یدعی ان عنده جمیع القرآن کله ظاهره وباطنه غیر الاوصیاء

(حوالہ بالا)

ترجمہ:۔ جابر ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے فرمایا کہ اوصیاء کے علاوہ کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے پاس سارا قرآن ہے، ظاہر اور باطن۔

(ف) تو ان دو روایتوں سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ موجودہ قرآن نامکمل ہے۔ اگر کوئی اس کے مکمل ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

(۴) اسی اصول کافی میں ایک باب کا عنوان ہے "باب فیه نکت ونتف من التنزیل فی الولایة"

یعنی یہ باب ہے اس بیان میں کہ ولایت کے متعلق قرآن میں قطع و برید کی گئی۔

(۵) اس باب میں ایک روایت یہ ہے:

عن ابی بصیر عن ابی عبدالله علیه السلام فی قول الله عزوجل: ومن یطع الله ورسوله فی ولایة علی وولایة الائمة من بعده فقد فاز فوزاً عظیماً هکذا نزلت

(اصول کافی، باب فیہ نکت ونتف الخ ۱/۴۱۴، ط: ایران)

ترجمہ:۔ ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کا قول "ومن یطع اللہ ورسولہ فی ولایۃ علی وولایۃ الائمۃ من بعدہ فقد فاز فوزاً عظیما" اسی طرح نازل ہوا تھا۔

ف:۔ اب قرآن مجید میں "فی ولایۃ علی وولایۃ الائمۃ من بعدہ" کے الفاظ نہیں ہیں۔ ان الفاظ کے بغیر آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ و رسول کی اطاعت کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ مگر ان الفاظ کے اضافہ کے ساتھ آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ کامیابی کا وعدہ صرف ان احکامات سے متعلق ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ کی امامت سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۶) اسی کتاب کے باب مذکور میں عبداللہ بن سنان سے روایت ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی قولہ ولقد عھدنا إلی آدم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین والائمۃ من ذریتھم فنسی۔ ھکذا واللہ انزلت علی محمد صلی اللہ علیہ والہ

(اصول کافی، باب مذکور ۱/۴۱۶، ط: ایران)

ترجمہ:۔ امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "ولقد عھدنا الی آدم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین والائمۃ من ذریتھم فنسی" (سورۃ طٰہٰ) اللہ کی قسم اسی طرح محمد ﷺ پر نازل کیا گیا تھا۔

ف:۔ اب قرآن شریف میں "کلمات فی محمد وعلی وفاطمۃ

والحسن والحسین والائمة من ذریتهم" کے الفاظ نہیں، بغیر ان الفاظ کے آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو پہلے ہی حکم دیا تھا، مگر وہ بھول گئے اور وہ حکم دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک درخت کے کھانے کی ممانعت کی گئی تھی۔ مگر ان الفاظ کے ساتھ یہ مطلب ہوا کہ آدم علیہ السلام کو محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین و دیگر ائمہ کے متعلق کوئی حکم دیا تھا اور وہ حکم کافی کی دوسری روایات میں نیز اور بہت سی روایات میں مذکور ہے کہ حضرت آدم کو ائمہ پر حسد کرنے کی ممانعت کی گئی تھی۔ مگر انہوں نے حسد کیا اور اسی کی سزا میں جنت سے نکال دیئے گئے اور اسی وجہ سے ان کا نام اولوالعزم انبیاء کی فہرست سے خارج کر دیا گیا۔

مزید تسلی کے لئے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

☆......بحار الانوار للعلامہ محمد باقر مجلسی، جلد نمبر ۱۱، صفحہ نمبر ۱۷۳ اور جلد نمبر ۲۶، صفحہ نمبر ۲۷۸ اور جلد نمبر ۱۱ صفحہ نمبر ۱۶۵ اور صفحہ ۱۸۷ اور جلد نمبر ۲۶ صفحہ نمبر ۲۷۳ اور صفحہ نمبر ۳۲۰ اور ۳۲۱

☆......اصول کافی جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۸۹

(۷) اسی اصول کافی کے باب مذکور میں ہے:

عن ابی جعفر علیہ السلام قال: نزل جبرئیل بهذه الایة علی محمد صلی الله علیه واله "بئسما اشتروا به انفسهم ان یکفروا بما انزلنا فی علی بغیا" (سورۃ البقرہ: ۹۰)

ترجمہ:۔ امام ابوجعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جبرئیل اس آیت کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر اس طرح لے کر آئے تھے

"بئسما اشتروا به انفسهم ان یکفروا بما انزلنا فی

علی بغیاً" (ج اصفحہ ۷ ۴۱)

ف: اب قرآن مجید میں "فی علی" کے الفاظ نہیں ہیں، بغیر اس لفظ کے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ہر نازل کی ہوئی چیز کے انکار کی مذمت تھی، مگر اس لفظ کے ساتھ صرف امامت علی کے انکار کی مذمت ہوئی۔

(۸) اسی کتاب کے باب مذکور میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

نزل جبرئیل علیہ السلام بهذه الآیة علی محمد هکذا "وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علی فأتوا بسورة من مثله

(سورۃ البقرہ: ۲۳ (ا ر ۷ ۴۱)

ترجمہ:۔ جبرئیل علیہ السلام اس آیت کو محمد ﷺ پر اس طرح لے کر آئے تھے "ان کنتم فی ریب ممانزلنا علی عبدنا فی علی فأتوا بسورة من مثله"

ف: اب اس آیت میں "فی علی" کا لفظ نہیں ہے۔ اس آیت میں قرآن کریم کا معجزہ ہونا بیان فرمایا ہے کہ اس کے مثل ایک سورت بھی کوئی نہیں بنا سکتا۔ "فی علی" کے لفظ سے معلوم ہوا کہ پورا قرآن معجزہ نہیں تھا بلکہ اعجاز صرف ان آیتوں میں تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق تھیں۔ مگر افسوس کہ اب وہ آیتیں قرآن مجید میں نہیں ہیں۔

(۹) اسی کتاب کے باب مذکور میں امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے:

قول الله عزوجل "كبر على المشركين بولاية علي ماتدعوهم اليه يامحمد من ولاية علي" هكذا في الكتاب مخطوطة (۱/۴۱۸)

ترجمہ:۔ اللہ عزوجل کا قول "كبر على المشركين بولاية على ماتدعوهم اليه يا محمد من ولاية على" اسی طرح قرآن میں لکھا ہے۔

ف: ائمہ کے قرآن میں اسی طرح ہوگا۔ مگر ہمارے قرآن پاک میں تو اب "ولایۃ علی" اور "یا محمد من ولایۃ علی" کہیں نہیں۔ آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ مشرکوں کو آنحضرت ﷺ کی دعوت دین ناگوار ہے، مگر ان انوکھے الفاظ کے ملانے سے مطلب یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت میں جو لوگ شرک کرتے ہیں، صرف ان کو آپ کی دعوت دین اور وہ بھی فقط امامت علیؓ کے متعلق ناگوار ہے۔ باقی حصہ آپ ﷺ کی دعوت کا کسی کو ناگوار نہیں، نہ توحید ناگوار ہے نہ رسالت نہ اور کچھ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

(۱۰) اسی کتاب کے باب مذکور میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

قول الله تعالىٰ "سأل سائل بعذاب واقع للكافرين بولاية على ليس له دافع" ثم قال: هكذا والله نزل بها جبرئيل عليه السلام على محمد صلى الله عليه واله. (صفحه ۴۲۲ جلد ۱)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کا قول "سال سائل بعذاب واقع ○ للکافرین بولایة علی لیس له دافع" اسی طرح اللہ کی قسم جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ والہ پر لے کر نازل ہوئے تھے۔

ف: اب موجودہ قرآن میں "بولایۃ علی" کا لفظ اس آیت میں موجود نہیں ہے۔ آیت میں مطلق کافروں کے عذاب کا ذکر تھا کہ اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ مگر اس لفظ کے ملانے سے آیت میں صرف امامت علیؓ کے کفر کرنے والوں کا عذاب بیان ہوا کہ اس کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

الغرض اس قسم کی روایات جو موجودہ قرآن میں کمی پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کتاب کے باب مذکور میں بکثرت ہیں۔

(۱۱) اسی کتاب میں "کتاب فضل القرآن" کے باب النوادر میں امام جعفر صادقؒ سے منقول ہے:

ان القرآن الذی جاء به جبرئیل علیه السلام الی محمد صلی الله علیه و آله سبعة عشر الف آیة.

(اصول کافی ۲ر۶۳۴۔ ط: ایران)

ترجمہ:۔ بے شک جو قرآن جبرئیل علیہ السلام محمد ﷺ پر لے کر آئے تھے، اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں۔

ف: اب موجودہ قرآن میں علی اختلاف الروایات چھ ہزار سے کچھ اوپر آیتیں ہیں۔ لہذا شیعوں کے اس روایت کے رو سے دو تہائی قرآن غائب ہے۔

(۱۲) اس روایت کو علامہ نوری طبرسی نے "فصل الخطاب" میں بھی اصول کافی سے

حوالہ سے ذکر کیا ہے۔

(فصل الخطاب، الدلیل الحادی عشر، صفحہ ۲۱۱)

(۱۳) مولانا سید ظفر حسن صاحب امروہی اصول کافی کے ترجمہ ''کتاب الشافی'' میں باب نمبر ۱۱ ''قرآن کتنی دیر پڑھے اور کتنی مدت میں ختم کرے'' کے تحت لکھتا ہے:

اور ہم اہل بیت کے قرآن میں ۱۷ ہزار آیتیں ہیں۔ ہمارا قرآن چودہ اجزاء میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہم چودہ دن میں سے ہر روز ایک ہزار دو سو چار آیتیں پڑھ کر چودہ دن میں ختم کر دیں۔

(کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی، ۲/۶۱۶، ط: شمیم بکڈپو، ناظم آباد نمبر ۲، کراچی نمبر ۱۸، تالیف مولانا سید ظفر حسن قبلہ امروہی، مصنف دوسو کتب، بانی و منتظم جامعہ امامیہ کراچی)

ف: جناب مولانا کے بقول کہ ''ہم اہل بیت کے قرآن میں ۱۷ ہزار آیتیں ہیں۔ کیا اس سے یہ عقیدہ آفتاب نیم روز کی طرح روشن ثابت نہیں ہوتا کہ موجودہ قرآن اور ہے اور اہل بیت کا قرآن اور ہے۔ جبکہ جناب مولانا نے خود ہی اس کی وضاحت فرمائی ہے اور موجودہ قرآن کی کل آیات چھ ہزار سے کچھ اوپر بتائی ہیں اور یہ انہوں نے صاحب الصافی کا قول نقل کیا ہے۔

جناب علی عبدی صاحب! اب آپ ذرا انصاف سے غور فرمائیں کہ کیا یہ شیعہ مذہب کے علماء نہیں؟ کیا انہوں نے موجودہ قرآن کو ناقص نہیں

ٹھہرایا؟ ان حضرات کے بارے میں شیعہ مذہب کا کیا فتویٰ ہے؟ کیا اس کے بعد ان کی کسی کتاب کا اعتبار ہے؟ کیا اس مذموم عقیدے کے اظہار کے بعد بھی آپ شیعہ حضرات ان کو اپنا مقتداء سمجھیں گے؟

فامنوا کما امن الناس

(۱۴) کتاب احتجاج شیعہ مذہب کی بڑی معتبر کتاب ہے۔ اس کے مصنف شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے دیباچہ کتاب میں لکھ دیا ہے کہ اس کتاب میں سوائے امام حسن عسکری کے اور جس قدر ائمہ کے اقوال ہیں ان پر اجماع ہے یا وہ عقل کے موافق ہیں یا اس قدر سیر وغیرہ کی کتب میں ان کی شہرت ہے کہ مخالف وموافق سب کا ان پر اتفاق ہے۔ ان کی یہ بات علامہ نوری طبرسی نے فصل الخطاب میں نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

وقد ضمن ان لا ینقل فیه الا ماوافق الاجماع او اشتهر بین المخالف والمؤالف اودلت علیه العقول (فصل الخطاب، صفحه ۳۲)

جناب علی عبدی صاحب! امید واثق ہے کہ مذہب شیعہ کی س معتبر ترین کتاب کی مختصر تعارف کے بعد آپ بھی اس کی اہمیت جان چکے ہوں گے اور یقیناً اپنی مذہب کی اس معتبر کتاب پر آپ کا اعتماد بھی ہوگا۔ اب ذرا اس کی بھی سن لیں کہ موجودہ قرآن مجید کے بارے میں کیا زہر اگلا ہے۔

چنانچہ علامہ نوری طبرسی فصل الخطاب میں لکھتا ہے:

وقدروی فیه ازید من عشرة احادیث صریحة فی ذلک

(فصل الخطاب، صفحہ ۳۲)

ترجمہ:۔ اور تحقیق روایت کیا ہے، احتجاج میں دس احادیث سے زیادہ جو تحریف قرآن پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں۔

(۱۵) نیز اس کتاب کے صفحہ ۱۱۹ سے لے کر صفحہ ۱۳۲ تک ایک طویل روایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک زندیق نے آنجناب کے سامنے کچھ اعتراض قرآن پر کیے، اور آپ نے تقریباً ہر اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ قرآن میں تحریف ہوگئی ہے۔ اس روایت سے قرآن مجید میں پانچوں قسم کی تحریف ثابت ہوتی ہے۔ موجودہ قرآن میں کمی ہونے کے متعلق جو مضامین اس روایت میں ہیں وہ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

مثلاً ایک اعتراض اس زندیق نے یہ کیا تھا کہ قرآن مجید میں "فان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ماطاب لکم من النساء" یعنی اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے تو جن عورتوں سے چاہو نکاح کرلو۔ زندیق نے کہا کہ شرط و جزا میں کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا۔ یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو تو عورتوں سے نکاح کرلو، ایک بالکل بے جوڑ بات ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا:

وأما ظهورک علی تناکر قوله فان خفتم ألا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ماطاب لکم من النساء ولیس یشبه القسط فی الیتامی نکاح النساء ولا کل النساء ایتاما فهو مما قدمت ذکره من اسقاط المنافقین من

القرآن وبين القول في اليتامى وبين نكاح النساء من الخطاب والقصص اكثر من ثلث القرآن وهذا وما اشبه مما ظهرت حوادث المنافقين فيه لأهل النظر والتامل ووجد المعطلون واهل الملل المخالفين للاسلام مساغا الى القدح في القرآن

(احتجاج صفحہ ۱۲۹، بحوالہ شیعہ سنی اختلافات، صفحہ ۲۳۱ وتنبیہ الحائرین صفحہ ۲۸)

ترجمہ:۔ اور تجھ کو جو اللہ کے قول "فان خفتم ألا تقسطوا في اليتامى فانكحوا ماطاب لكم من النساء" کے ناپسندیدہ ہونے پر اطلاع ہوئی اور تو کہتا ہے کہ یتیموں کے حق میں انصاف کرنا عورتوں سے نکاح کرنے کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا اور نہ کل عورتیں یتیم ہوتی ہیں۔ پس اس کی وجہ وہی ہے جو میں پہلے تجھ سے بیان کر چکا ہوں کہ منافقوں نے قرآن سے بہت کچھ نکال ڈالا۔ "في اليتامى" اور "فانكحوا" کے درمیان میں بہت سے احکام اور قصے تھے۔ تہائی قرآن (یعنی دس پارے) سے زیادہ وہ سب نکال ڈالے گئے۔ اسی وجہ سے بے ربطی ہوگئی۔ اس قسم کی منافقوں کی تحریفات کی وجہ سے جو اہل نظر و تامل کو ظاہر ہو جاتی ہیں، بے دینوں اور اسلام کے مخالفوں کو قرآن پر اعتراض کرنے کا موقع مل گیا۔

ف: جناب امیر (جن کو حضور ﷺ نے علم کا دروازہ بتایا) اس زندیق

کے کسی اعتراض کا جواب نہ دے سکے۔ اس روایت کو دیکھ کر صاف کہنا پڑتا ہے کہ شیعوں کی طرح ان کے جناب امیر بھی (نعوذ باللہ) قرآن کے سمجھنے سے عاجز و قاصر تھے۔ حالانکہ آج اہل سنت کے ایک ادنیٰ طالب علم سے پوچھو تو وہ بھی اس آیت کا ربط اچھی طرح بیان کردے گا۔ آیت میں یتامیٰ سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں۔ بعض لوگ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرتے تھے اور ان کا مہر بھی کم مقرر کرتے تھے۔ دوسرے حقوق بھی نہ ادا کرتے تھے، کیونکہ ان یتیموں کی طرف سے کوئی لڑنے جھگڑنے والا تو تھا نہیں، لہذا آیت میں حکم دیا گیا کہ اگر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں بے انصافی کا اندیشہ ہو تو ان سے نکاح نہ کرو، بلکہ دیگر عورتوں سے نکاح کرلو۔

اور قرآن کریم میں یہ لفظ "فان خفتم" نہیں، بلکہ "وان خفتم" واو کے ساتھ ہے۔ زندیق تو خیر زندیق تھا، وہ تو قرآن کریم کو صحیح کیوں پڑھتا؟ تعجب ہے کہ اس روایت کے مطابق جناب امیرؓ نے بھی اپنے جواب میں آیت کو غلط ہی نقل کیا۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (نعوذ باللہ) نہ تو قرآن کے الفاظ صحیح یاد تھے اور نہ وہ قرآن کریم کے جملوں میں ربط و تعلق سے آگاہ تھے۔

(۱۶) نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیرؓ نے اس زندیق سے فرمایا:

ولو شرحت لک ما اسقط وحرف وبدل مما یجری هذه المجری لطال وظهر ماتحظر التقیة اظهاره

(ایضاً صفحه ۱۲۹)

ترجمہ:۔ اگر میں تجھ سے تمام وہ آیتیں بیان کردوں جو قرآن سے نکال ڈالی گئیں اور تحریف کی گئیں اور بدل دی گئیں جو اسی قسم

کی کارروائیاں ہوئیں تو بہت طول ہو جائے اور تقیہ جس چیز کو روکتا ہے، وہ ظاہر ہو جائے۔

ف: تعجب ہے کہ قرآن مجید کو محرف کہنے اور جامعین قرآن کو منافق کہنے سے تقیہ نے نہ روکا۔ مگر مقامات تحریف معین کرنے سے تقیہ نے روک دیا۔

(۱۷) نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے اس زندیق سے کہا:

لو علم المنافقون لعنهم الله من ترک هذه الأیات التی بینت لک تاویلها لأسقطوها مع مااسقطوا منه

(احتجاج طبرسی، ص۱۲۹)

ترجمہ:۔ اگر منافقوں کو خدا انہیں لعنت کرے، معلوم ہو جاتا کہ ان آیتوں کے باقی رکھنے میں کیا خرابی ہے جن کی تاویل میں نے بیان کی تو ضرور وہ ان آیتوں کو بھی نکال ڈالتے جس طرح اور آیتیں نکال ڈالیں۔

لیجئے جناب! یہ آپ کے شیعہ مذہب کی اس معتبر ترین کتاب کی عبارات ہیں جس کے مصنف نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ اس میں وہ روایات نقل کرے گا جس پر اجماع اور اتفاق ہو اور جس کو موافق و مخالف سب تسلیم کریں۔ لہذا الیقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مصنف کتاب ''شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی'' نے جو روایات تحریف قرآن کی نقل کی ہیں وہ شیعہ مذہب کی وہ روایات ہیں جن پر اجماع اور اتفاق ہے۔ بالفرض ومحال اگر ان روایات پر شیعہ مذہب کا اجماع نہ بھی ہو تو کم از کم خود مصنف کتاب تو ان کو معتمد سمجھتے ہوں گے، کیونکہ انہوں نے بقول خود معتمد روایات نقل

کرنے کا التزام کیا ہے۔

اب آپ بتائیں کہ وہ شیعہ حضرات جو آج کل ہم اہل سنت کے عقیدے کی طرح موجودہ قرآن کے مکمل و محفوظ ہونے کے عقیدے کا طوعاً او کرھاً اظہار کرنے لگے ہیں، ان کا ایسے مصنف کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ وہ مسلمان ہیں یا کافر؟ کیا اس مذموم عقیدے کے اظہار کرنے کے بعد بھی وہ لائق اقتداء ہے؟ اور جو شیعہ اب بھی اس کو اپنا مقتداء اور پیشوا مانتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اب بھی شیعوں کے نزدیک اس کتاب اور اس کی دیگر تصنیفات کا کوئی اعتبار ہے؟

(۱۸) تفسیر برہان اور تفسیر صافی کے مقدمہ میں تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ان القرآن قد طرح منه آی کثیرة"

(مقدمہ تفسیر برہان، مقدمہ ثالثہ، فصل اول، صفحہ ۳۷، بحوالہ شیعہ سنی اختلافات، ص ۲۴۳)

(فصل الخطاب، ص ۲۱۴، دلیل نمبر ۱۱)

ترجمہ:۔ بہ تحقیق قرآن سے بہت سی آیتیں نکال ڈالی گئیں۔

(۱۹) نیز اسی کتاب میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

ولو قرئ القرآن کما انزل لألفیتنا فیه مسمئین.

(مقدمہ تفسیر برہان، صفحہ ۳۷)

(فصل الخطاب الدلیل الحادی عشر ص ۲۱۴)

ترجمہ:۔ اگر قرآن اسی طرح پڑھا جائے، جیسا کہ نازل کیا گیا تو یقیناً تم قرآن میں ہمارے نام پاؤ گے۔

ف: ان دونوں عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ قرآن سے بہت

ساری آیات اور شیعوں کے ائمہ معصومین کے نام نکال ڈالے گئے۔ اگر قرآن اصلی حالت میں پڑھا جائے تو ائمہ معصومین کے نام ضرور ملیں گے۔

جناب علی عبدی صاحب! آپ نے تو لکھا ہے کہ "ہم قرآن کریم کے "ب" کے نقطے تک کو نہیں چھوڑ سکتے۔" اگر آپ کی مراد اس سے موجودہ قرآن ہے تو بتایئے کہ آپ سچے ہیں یا آپ کے وہ علماء سچے ہیں جو ائمہ معصومین سے آپ کے قول کے خلاف روایات نقل کرتے ہیں؟ اگر آپ کی بات جھوٹ ہے تو پھر تو بات ہی ختم۔ اور اگر آپ کے بڑوں نے جھوٹ کہا کہ موجودہ قرآن محرف ہے تو پھر بتایئے کہ:

ان جھوٹوں کا کیا حکم ہے؟ کیا آپ کے ہاں جھوٹے کی بات اور جھوٹے کی تصنیف کا اعتبار ہے؟ اگر نہیں تو اس کو دریا برد کرنا چاہیے کہ نہیں؟ شیعہ علماء کا اس بارے میں کیا کہنا ہے؟

(۲۰) شیعوں کے مجتہد علامہ محمد باقر مجلسی اپنی کتاب "بحار الانوار" میں ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن سنان عن ابی عبداللہ علیہ السلام...... یاابن سنان ان سورۃ الاحزاب فضحت نساء قریش من العرب و کانت اطول من سورۃ البقرۃ لکن نقصوھا و حرفوھا.

(بحار الانوار، باب فضائل سورۃ الاحزاب، ۸۹/ ۲۸۸، ط: موسسۃ الوفاء بیروت)

ترجمہ:...... ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے

عبداللہ بن سنان سے فرمایا کہ بہ تحقیق سورۃ الاحزاب نے عربوں
میں سے قریش کی عورتوں کو شرمندہ کردیا اور وہ سورۃ البقرہ سے
بھی زیادہ طویل تھی۔ لیکن انہوں نے اس کو کم کردیا اور اس میں
تحریف کردی۔

(۲۱) عمید الطائفہ محمد بن محمد بن النعمان المفید جن کو آپ جناب نے ان لوگوں کی فہرست میں شمار کیا ہے جو تحریف قرآن کا انکار کرنے لگے ہیں، ان کا عقیدۂ تحریف ملاحظہ کیجئے۔

علامہ باقر مجلسی جو شیعہ مذہب کے پائے کے علماء میں سے ہیں یقیناً وہ آپ سے زیادہ شیخ مفید کو اور اس کے عقیدے کو جانتے ہوں گے۔ وہ "بحار الانوار" میں لکھتے ہیں کہ:

"شیخ مفید سے مسائل السرویہ میں کسی نے موجودہ قرآن کے
بارے میں سوال کیا کہ قرآن یہی ہے جو بین الدفتین موجود ہے
یا کچھ ضائع بھی ہوا ہے۔ الخ۔

انہوں نے جواب میں کہا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "دو تختیوں کے درمیان پورا قرآن کچھ وجوہات کی بناء پر جمع نہ ہو سکا۔ ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ قرآن جمع کرنے والے صحابہ بعض قرآن کو سمجھ نہ سکے اور بعض میں شک کیا اور بعض کو قصداً نکال ڈالا۔"

بحار الانوار کی عبارت ملاحظہ ہو:

سئل الشیخ المفید رحمه الله فی المسائل السرویه:

ماقوله ادام الله حراسته في القرآن؟ اهو مابين الدفتين الذى فى ايدى الناس ؟ام هل ضاع مما انزل الله تعالىٰ على نبيه منه شئ ام لا؟ وهل هو ماجمعه امير المؤمنين عليه السلام ام ماجمعه عثمان على ما يذكره المخالفون.

الجواب:...... والباقى مما انزله الله تعالىٰ قرانا عند المستحفظ للشريعة المستودع للاحكام لم يضع منه شئ وان كان الذى جمع مابين الدفتين الأن لم يجعله فى جملة ماجمع لأسباب دعته إلى ذلك منها قصوره عن معرفة بعضه ومنه ماشك فيه ومنه ما عمد بنفسه ومنه ماتعمد اخراجه منه.

(بحارالانوار، باب ماجاء فی کیفیۃ جمع القرآن ۸۹/۷۴، ط: مؤسسۃ الوفاء بیروت)

(۲۲) تفسیر قمی جس کے مصنف علی بن ابراہیم قمی امام حسن عسکری کے شاگرد اور محمد بن یعقوب کلینی کے استاد ہیں شیعوں کی بڑی معتبر کتاب ہے اور روایات تحریف سے لبریز ہے۔

منجملہ ان کے ایک یہ ہے:

واما ماهو محذوف عنه فهو قوله "لكن الله يشهد بما أنزل اليك فى على، كذا انزلت (ثم قال) و مثله كثير (مقدمه، ۱/ ۱۰)

ترجمہ:۔ اور بہر حال وہ آیتیں جو قرآن سے نکال ڈالی گئیں ان کی ایک مثال یہ ہے۔ "لکن اللہ یشھد بما انزل الیک فی علی" یہ آیت اس طرح نازل ہوئی۔ (پھر چند مثالوں کے بعد لکھا ہے کہ) اس کے مثل بہت ہے۔

(۲۳) ذکاء الاذھان بجواب جلاء الاذھان، ہزار تمہاری دس ہماری میں شیعہ عالم عبدالکریم مشتاق لکھتا ہے کہ

"جب آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کا پورے قرآن پر ایمان ہے تو اس سے مراد موجودہ قرآن ہوتا ہے۔ جبکہ دعویٰ قرآن ہے کہ اس میں ہر خشک وتر کا بیان موجود ہے۔ جبکہ آپ کے اعتقاد کردہ مکمل قرآن میں وجودِ پاکستان کا ذکر نہیں مل پاتا۔ مگر ہم جس پورے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اس میں جو کچھ گذر چکا ہے اور جو کچھ گذرنے والا ہے ہر امر کا بیان موجود ہے اور وہ مکمل قرآن اس دنیا میں محافظ کی حفاظت میں موجود ہے جسے کہ غیر طاہر لوگ مس نہیں کر سکتے۔ یہ قرآنی فیصلہ ہے۔ آپ کے قرآن کی حفاظت کا یہ حال ہے کہ اسے ہر پاک و ناپاک جس حالت میں چاہے چھو سکتا ہے۔ اس کے نسخوں میں اغلاط و سہویات کا امکان ہے۔ اس میں آپ موجودہ مملکت خداداد پاکستان تک کا ذکر نہیں دکھلا سکتے ہیں۔ جبکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ جو قرآن مجید کا نسخہ ہمارے امام کی حفاظت میں محفوظ ہے اس میں ہر وہ بات موجود ہے جو

ہو چکی یا ہونے والی ہے۔ پس ہمارا ایمان مکمل ہے اور آپ کا ناقص ہے۔ کیونکہ آپ جزوی کلام کو مانتے ہیں اور بقیہ کلام کا انکار کرتے ہیں۔ جبکہ ہم جزوی وکلی کلام کے معتقد ہیں۔

(ط: رحمت اللہ بک ایجنسی، کھارادر کراچی)

یہ سب وہ روایتیں تھیں جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ موجودہ قرآن مجید میں کمی واقع ہوئی ہے۔

قرآن مجید میں زیادتی کی روایتیں:

اب کچھ وہ روایتیں ملاحظہ کیجئے جو صاف طور پر یہ بتاتی ہیں کہ موجودہ قرآن میں جامعین قرآن (صحابہ رضی اللہ عنہم) نے اضافات کئے ہیں اور اپنی مرضی کی عبارتیں داخل کی ہیں۔

(۱) چنانچہ کتاب احتجاج مطبوعہ ایران کی اس طویل روایت میں، جس کا ذکر اوپر ہوا، اس زندیق کا ایک اعتراض یہ ہے کہ خدا نے اپنے نبی محمد ﷺ کی فضیلت تمام نبیوں پر بیان کی ... حالانکہ جتنی تعریف بیان کی ہے اس سے کہیں زیادہ اس کی برائی اور توہین قرآن میں ہے کہ اس قدر توہین اور کسی نبی کی قرآن میں نہیں ہے۔ زندیق کے اس اعتراض کو بھی شیعوں کے جناب امیر نے (نعوذ باللہ) تسلیم کرلیا اور تسلیم کر کے حسب ذیل جواب دیا کہ:

فالفه فو اختيارهم وزادوا فيه ماظهر تناكره وتنافره والذى بدأ فى الكتاب من الازراء على النبى صلى الله عليه واله من فرية الملحدين

(۱۳۲، ط: ایران)

ترجمہ:۔ پس صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے صاحبان اختیار نے اس قرآن کو جمع کیا ہے اور اس میں وہ باتیں زیادہ کردی ہیں جن کا خلاف فصاحت اور قابل نفرت ہونا ظاہر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ کی جو برائی قرآن میں ظاہر ہوئی ہے وہ ملحدوں کی افتراء ہے۔ (یعنی جامعین قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم نے بڑھایا ہے)۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیرؓ نے اس زندیق سے کہا:

انهم أثبتوا في الكتب مالم يقله الله ليلبسوا على الخليقة

(احتجاج، ص ۱۳۶)

ترجمہ:۔ ان منافقوں نے قرآن میں وہ باتیں درج کردیں جو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی تھیں تا کہ مخلوق کو فریب دیں۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیرؓ نے کہا:

وليس يسوغ مع عموم التقية التصريح باسماء المبدلين ولا الزيادة في آياته على ماأثبتوه من تلقائهم في الكتاب لما في ذلک من تقوية حجج اهل التعطيل والكفر والملل المنحرفة عن ملتنا وابطال هذا العلم الظاهر الذى قد استكان له الموافق والمخالف .

(احتجاج، ص ۱۳۶)

ترجمہ: تقیہ کی ضرورت اس قدر ہے کہ نہ میں ان لوگوں کے نام بتا سکتا ہوں، جنہوں نے قرآن شریف میں تحریف کی، نہ اس میں زیادتی کو بتا سکتا ہوں جو انہوں نے قرآن میں درج کی، جس سے اہل تعطیل و کفر اور مذاہب مخالفہ اسلام کی تائید ہوتی ہے اور اس علم ظاہر کا ابطال ہوتا ہے جس کے موافق و مخالف سب قائل ہیں۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ اس زندیق سے جناب امیرؓ نے جمع قرآن کا قصہ یوں بیان کیا:

ثم دفعهم الاضطرار بورود المسائل عما لايعلمون تاويله إلى جمعه وتاويله وتضمينه من تلقائهم مايقيمون به دعائم كفرهم فصرح مناديهم من كان عنده شيء من القرآن فليأتنا به ووكلوا تاليفه ونظمه إلى بعض من وافقهم إلى معاداة اولياء الله فالفه على اختيارهم.

ترجمہ:۔ پھر جب ان منافقوں (جامعین قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم) سے وہ مسائل پوچھے جانے لگے جن کو وہ نہ جانتے تھے تو مجبور ہوئے کہ قرآن کو جمع کریں۔ اور اس کی تفسیر کریں اور قرآن میں وہ باتیں بڑھائیں جن سے وہ اپنے کفر کے ستونوں کو قائم کریں۔ لہذا ان کے منادی نے اعلان کیا کہ جس کے

پاس کوئی حصہ قرآن کا ہو وہ ہمارے پاس لے آئے اور ان
منافقوں نے قرآن کی جمع وترتیب کا کام اس شخص کے سپرد کیا
جو دوستان خدا کی دشمنی میں ان کا ہم خیال تھا اور اس نے ان کی
پسند کے موافق قرآن کو جمع کیا۔

ف: احتجاج طبرسی کی ان روایات سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے۔

اول: یہ کہ اس قرآن میں (نعوذ باللہ) نبی علیہ السلام کی توہین قرآن کے جمع کرنے والوں نے بڑھائی ہے۔

دوم: یہ کہ قرآن مذاہب باطلہ اور مخالفین اسلام کی تا ید کرتا ہے۔ شریعت کو مٹا رہا ہے، کفر کے ستون اس سے قائم ہوتے ہیں۔

سوم: اس قرآن میں ایسی عبارتیں بڑھا دی گئی ہیں جو قابل نفرت اور خلاف فصاحت ہیں۔

چہارم: یہ نہیں معلوم کہ یہ بڑھائی ہوئی عبارتیں کون کون اور کہاں کہاں ہیں۔

پنجم: اس قرآن کے جمع کرنے والے منافق اور کفر کے ستون قائم کرنے والے اور دوستان خدا کے دشمن تھے۔ انہوں نے اپنی پسند وخواہش کے مطابق قرآن کو جمع کیا۔

جناب علی عبدی صاحب غور کرتے جائیں اور فیصلہ کرتے جائیں!
کیا آپ اس مذہب کے بارے میں فرما رہے تھے (کہ ہم قرآن کریم کے "ب" کے نقطے تک کو نہیں چھوڑ سکتے) کیا جو مذہب موجودہ قرآن کے بارے میں مذکورہ تصور رکھتا ہے اس کے بارے میں یہ کہنا درست ہے کہ وہ موجودہ قرآن کو محرف نہیں کہتے؟

بقول آپ جناب کے کہ اگر کوئی تحریف کا تصور رکھتا ہے تو وہ اس کا ذاتی نظریہ ہے تو بتائیں اگر کوئی تحریف قرآن کا نظریہ رکھتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا شیعہ مذہب اس کو مسلمان کہتا ہے؟

"صاحب احتجاج" جو کہ انہی لوگوں میں سے ہیں جو تحریف قرآن کا نظریہ رکھتے ہیں جیسا کہ اوپر کی روایت سے معلوم ہو رہا ہے، اس کے بارے میں شیعہ مذہب کا کیا فتویٰ ہے؟ ان کی تصنیفات سے استفادہ کرنا کیسا ہے؟ ان کے متبعین کا کیا حکم ہے؟

(بینوا واجرکم علی الله)

(۲) تفسیر برہان اور تفسیر صافی کے مقدمہ میں تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

لولا انه زید فی القرآن ونقص ماخفی حقنا علی ذی حجی

(مقدمہ ثالثہ، فصل اول...... ص ۳۷)

ترجمہ:۔ اگر قرآن میں بڑھایا نہ گیا ہوتا اور گھٹایا نہ گیا ہوتا تو ہمارا حق کسی عقلمند پر پوشیدہ نہ ہوتا۔

ف ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ قرآن شریف مذہب شیعہ کے بالکل خلاف ہے، حتیٰ کہ مسئلہ امامت اور ائمہ کا حق بھی اس سے ثابت نہیں ہو سکتا، اور یہ قرآن سنیوں کی تائید کرتا ہے، ان کے ستون قائم کرتا ہے۔

مذکور الصدر کتب شیعہ کی وہ روایات ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ قرآن کریم میں منافقین کی طرف سے زیادتی ہوئی ہے۔

قرآن شریف کے حروف و الفاظ کے بدلے جانے کی روایتیں:

(۱) تفسیر قمی میں ہے:

وأما ما كان خلاف ما انزل الله فهو قوله تعالى "كنتم خير أمة اخرجت للناس" الاية

قال أبو عبدالله عليه السلام لقارى هذه الآية خير أمة يقتلون امير المؤمنين والحسين بن علي فقيل له فكيف نزلت يا ابن رسول الله فقال: انما أنزلت خير أئمة أخرجت للناس.

(تفسیر قمی، ص۱۰)

ترجمہ:۔ اور وہ چیزیں جو قرآن میں موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے قرآن کے خلاف ہیں۔ پس وہ (مثلاً) یہ آیت "كنتم خير أمة" (یعنی تم لوگ ان تمام امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں) امام جعفر صادقؒ نے اس آیت کے پڑھنے والے سے کہا کہ واہ کیا اچھی امت ہے جس نے امیر المومنین اور حسین بن علی کو قتل کر دیا۔ پوچھا گیا کہ پھر یہ آیت کس طرح اتری تھی اے فرزند رسول؟ تو فرمایا کہ یہ آیت اس طرح تھی "كنتم خير أئمة" (یعنی اے ائمہ اثنا عشر) تم تمام اماموں سے بہتر ہو۔"

ف۔ معلوم ہوا کہ قرآن میں "خیر امۃ" کا لفظ غلط ہے۔ "خیر ائمۃ" نازل ہوا تھا۔ الفاظ تبدیل کر دیئے گئے۔

(۲) نیز اسی تفسیر میں ہے:

ومثله آية قرأت على ابي عبدالله عليه السلام "الذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذرياتنا قرة أعين واجعلنا للمتقين إماما" لقد سألوا الله عظيما ان يجعلهم للمتقين إماما فقيل له يا ابن رسول الله كيف نزلت فقال: إنما نزلت واجعل لنا من المتقين إماما (صفحه ۱۰)

ترجمہ:۔ امام جعفر صادق کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔ "والذین یقولون" (یعنی وہ لوگ) جو کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے بخش دے ہم کو۔ ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے ٹھنڈک آنکھیں کی اور بنا دے ہم کو متقیوں کا امام۔ تو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ انہوں نے اللہ سے بڑی چیز مانگی کہ ان کو متقیوں کا امام بنا دے۔ پوچھا گیا کہ اے فرزند رسول یہ آیت کس طرح اتری تھی؟ تو فرمایا کہ اس طرح اتری تھی۔ "واجعل لنا من المتقين اماما" یعنی ہمارے لئے متقیوں میں سے کوئی امام مقرر کر دے۔"

چونکہ امامت کا رتبہ شیعوں کے یہاں نبوت سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے

امام نے آیت کو غلط کہہ دیا کہ اس میں امامت کی درخواست خدا سے کی گئی۔ اس روایت میں حروف کی تبدیلی ہے۔

(۲) اصول کافی کتاب الحجۃ "باب فیہ نکت ونتف من التنزیل فی الولایۃ" میں ہے

عن الحسين بن مياح عمن اخبره قال : قرأ رجل عند ابى عبدالله عليه السلام "قل اعملوا فسيرى الله عملكم ورسوله والمؤمنون" فقال ليس هكذا هى، انما هى والمامونون، فنحن المامونون

ترجمہ:۔ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی "قل اعملوا" (یعنی اے نبی کہہ دو کہ تم لوگ عمل کرو، تمہارا عمل اللہ دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے) امام نے فرمایا۔ یہ آیت اس طرح نہیں بلکہ یوں ہے "والمامونون" یعنی مامون لوگ دیکھیں گے اور مامونوں میں ہم ائمہ اثنا عشر ہیں۔

(۳) کتاب احتجاج کی اسی مذکورہ بالا روایت میں ہے کہ زندیق نے ایک اعتراض یہ بھی کیا کہ قرآن میں پیغمبروں کی مذمت تو نام لے کر خدا نے بیان کی ہے مگر منافقوں کی مذمت اشارات وکنایات میں ہے۔ ان کا نام نہیں لیا گیا، یہ کیا بات ہے؟ تو جناب امیر نے جواب دیا کہ:

ان الكناية عن اسماء ذى الجرائر العظيمة من المنافقين ليست من فعله تعالىٰ وانها من فعل

المغيرين والمبدلين الذين جعلوا القرآن عضين واعتاضوا الدنيا من الدين۔

ترجمہ:۔ بڑے بڑے جرم والے منافقوں کے نام کا کنایات میں ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے تو صاف صاف نام ذکر کئے تھے) بلکہ یہ فعل ان تحریف کرنے والوں، بدلنے والوں کا ہے جنہوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور دنیا کے عوض دین کو بیچ ڈالا۔ (انہوں نے ناموں کو نکال دیا اور بجائے ان کے کنایہ کے الفاظ رکھ دیئے)۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیرؓ نے اس زندیق کو یہ تمیں جوابات دے کر فرمایا:

فحسبک فی الجواب فی هذه المواضع ما سمعت فان شريعة التقية تحظر التصريح باكثر منه (صفحہ ۱۲۶)

ترجمہ۔ پس ان مقامات میں یہ جواب تجھے کافی ہیں جو تو نے سنے اس لئے کہ تقیہ کی شریعت اس سے زیادہ صاف بیان کرنے کو روکتی ہے۔

(۵) ”فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب“ یہ ایسی کتاب ہے جس نے کسی شیعہ کے لئے شیعہ مذہب پر رہتے ہوئے اس بات کی گنجائش ختم کر دی کہ وہ کہے کہ ”ہمارا تو تحریف قرآن کا عقیدہ نہیں ہے“۔

یہ تحریف قرآن کو ثابت کرنے کے لئے ہی لکھی گئی ہے۔ مصنف کتاب علامہ حسین بن محمد تقی نوری طبرسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب شہر نجف اشرف میں خاص مشہد امیر المومنین میں بیٹھ کر یہ کتاب لکھی اور یہ اتنی ضخیم ہے کہ اگر عام فہم اردو میں اس کا ترجمہ کیا جائے تو اندازہ ہے کہ اس کے صفحات ہزار سے کم نہ ہوں گے۔ مصنف کتاب علامہ نوری طبرسی نے اپنی شیعی نقطہ نظر کے مطابق اس دعوے کے ثبوت میں دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں کہ موجودہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے اور ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے۔ اس میں سے بہت سا حصہ غائب اور ساقط بھی کیا گیا ہے اور تحریف کرنے والوں یعنی خلفاء ثلاثہ اور ان کے رفقاء نے اس میں اپنی طرف سے اضافے بھی کیے ہیں۔ اور ہر طرح کا تغیر و تبدل ہوا ہے، اور مصنف کتاب نے یہ وضاحت کی ہے کہ یہی ہمارے عام علمائے متقدمین کا عقیدہ اور موقف ہے اور انہوں نے اپنی تصانیف میں صراحت اور صفائی کے ساتھ اسی عقیدہ کا اظہار کیا ہے بلکہ اس کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

بہر حال! اگر اس موضوع سے متعلق اس کتاب کی وہ تمام عبارتیں نقل کی جائیں جو نقل کرنے کے لائق ہیں تو اندازہ ہے کہ ان کے لئے پچاس صفحات بھی ناکافی ہوں گے۔ لہذا بطور نمونہ صرف چند ایک عبارتیں ملاحظہ ہو۔

مصنف کتاب علامہ نوری طبرسی تحریف کے اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

التاسعة تبديلها كتبديل ال محمد بعد قوله تعالى ان الله اصطفىٰ ادم ونوحا وال ابراهيم بال عمران، ونجعلون شكركم برزقكم. العاشرة زيادة

الحرف كزيادة الف والدى فى قوله تعالىٰ حكاية
عن ابراهيم رب اغفرلى ولوالدى الحادية عشرة
نقصان الحرف كنقصان همزة من قوله كنتم خير
أمة وياء فى قوله ياليتنى كنت ترابا الخ

(فصل الخطاب، ص ۲۵۔ ملنے کا پتہ: بک لینڈ، بندر روڈ، کراچی)

ترجمہ:۔ تحریف قرآن کی نویں قسم کلمہ کو تبدیل کرنا ہے، جیسا کہ
اللہ تعالیٰ کے قول ان اللہ اصطفی ادم ونوحا وال
ابراھیم کے بعد ال محمد کی جگہ ال عمران کو تبدیل کیا
گیا اور وتجعلون رزقکم میں رزقکم کو شکر کم کی جگہ
بدل ڈالا (یعنی اصل وتجعلون شکر کم تھا) تحریف کی
دسویں قسم! کسی حرف کو زیادہ کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول
رب اغفرلی ولوالدی میں والدی میں الف کو زیادہ کیا
(یعنی اصل ولولدی تھا) گیارہویں قسم! حرف کو کم کرنا جیسا
کہ اللہ تعالیٰ کے قول کنتم خیر امۃ میں ھمزہ کو کم کیا (یعنی
أئمة کو امۃ بنادیا) اور یالیتنی کنت ترابا میں یاء کو کم
کردیا۔ (یعنی اصل میں ترابیا تھا)......الخ۔

(۶) قرآن مجید کی آیت ہے:

ثم یأتی من بعد ذلک عام فیه یغاث الناس وفیه یعصرون O

(سورۃ یوسف:۴۹)

اس آیت کے ذیل میں شیعہ مترجم حکیم سید مقبول احمد دہلوی لکھتا ہے:

"قول مترجم:۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب قرآن میں ظاہراً اعراب لگائے ہیں تو شراب خور خلفاء کے خاطر "یَعْصِرُوْنَ" کو "یُعْصَرُوْنَ" سے بدل کر معنی کو زیر زبر کیا گیا ہے..... قرآن مجید کو اصلی حالت پر لانا جناب صاحب العصر علیہ السلام کا کام ہے۔ الخ"

(قرآن مجید مترجم، حکیم سید مقبول احمد دہلوی، سورۃ یوسف: ۴۹ ص ۹ ۔ ۲۷۸ط: افتخار بک ڈپو کرشن نگر، لاہور)

ف: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن اصلی نہیں ہے۔ اس میں نعوذ باللہ شراب خور خلفاء کی خاطر تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اصلی قرآن صاحب العصر علیہ السلام لائیں گے۔ جناب علی عبدی صاحب! جب موجودہ قرآن اصلی نہیں تو اس پر ایمان کیسے اصلی ہوا؟ اگر موجودہ قرآن اصلی ہے تو جو اس کو نقلی کہتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس کو مسلمان سمجھنے والے کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں شیعہ مذہب کا فتویٰ بتا دیں تو بڑی عنایت ہوگی۔

موجودہ قرآن اصلی نہیں ہے:

شیعہ مذہب کہتا ہے کہ موجودہ قرآن اصلی نہیں ہے۔ اصلی قرآن تو امام غائب کے پاس ہے جو قیامت کے قریب آئے گا اور اصلی قرآن کو ساتھ لائے گا۔

۱۔ چنانچہ "اصول کافی" اور "فصل الخطاب" اور "مفتاح القرآن المعروف بہ دیباچہ ترجمہ مقبول احمد دہلوی" میں ہے:

عن محمد بن سلیمان عن بعض اصحابه عن ابی الحسن علیه السلام قال قلت له جعلت فداک انا

نسمع الآیات فی القرآن لیس ھی عندنا کما
نسمعھا ولا نحسن ان نقرئھا کما بلغنا عنکم فھل
نأثم فقال لا اقرؤا کما تعلمتم فسیجیئکم من
یعلمکم۔

اصول کافی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

یعنی بہ الصاحب علیہ السلام۔

(اصول کافی، باب ان القران، یرجع کما انزل، ج ۲ صفحہ ۶۱۹، ط: دار الکتب، الاسلامیہ، تہران)
(مفتاح القرآن المعروف بہ دیباچہ، ترجمہ مقبول احمد دہلوی، ص ۳۱، ط: کرشن نگر لاہور)
(فصل الخطاب، الدلیل الحادی عشر، صفحہ ۲۲۷)

ترجمہ:۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے کہا کہ
میں آپ پر قربان ہوں، ہم قرآن میں کچھ آیتیں ایسی سنتے ہیں
جو کہ ہمارے قرآن میں اس طرح نہیں ہیں اور نہ ہم ان کو اس
طریقے سے پڑھ سکتے ہیں جو تم سے ہم تک پہنچا ہے تو کیا ہم
گناہگار ہوں گے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں، تم اسی طرح پڑھو
جس طرح تم نے سیکھا ہے۔ پس عنقریب تمہارے پاس تم کو
سکھانے والا آئے گا۔ (یعنی امام قائم علیہ السلام)

۲۔ نیز اصول الکافی اور فصل الخطاب میں ہے:

عن سالم بن ابی سلمة قال قرء رجل علی ابی
عبداللہ علیہ السلام وانا اسمع حروفا من القرآن
لیس علی مایقرئھا الناس فقال کف عن ھذہ القرأة

اقرأ كما يقرئها الناس حتى يقوم القائم عليه السلام فاذا قام القائم عليه السلام قرء كتاب الله على حده واخرج المصحف الذى كتبه على عليه السلام وقال اخرجه على عليه السلام الى الناس حين فرغ منه وكتبه فقال لهم هذا كتاب الله عزوجل كما انزله الله على محمد صلى الله عليه واله وقد جمعته من اللوحين فقالوا هوذا عندنا مصحف جامع فيه القرآن لاحاجة لنا فيه فقال اما والله ماترونه بعد يومكم هذا انما كان على ان أخبركم حين جمعته لتقرؤوه

(اصول کافی ۲،۲/۶۳۳، ط: تہران)

(فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب، صفحہ ۲۱۳ الدلیل الحادی عشر، ملنے کا پتہ بک لینڈ کراچی)

ترجمہ:۔ سالم بن ابی سلمہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ابو عبداللہ علیہ السلام کے سامنے قرآن کے کچھ حروف پڑھے۔ میں سن رہا تھا۔ وہ حروف اس کے مطابق نہیں تھے جس طرح کے لوگ پڑھتے ہیں تو ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس قرأت سے رک جاؤ۔ اسی طرح پڑھو جس طرح اور لوگ پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ قائم علیہ السلام آجائے۔ پس جب قائم علیہ السلام آجائے تو وہ کتاب اللہ کو اپنی اصلی حالت پر پڑھیں گے اور

ابو عبداللہ نے وہ مصحف نکالا جو حضرت علی علیہ السلام نے لکھا تھا اور فرمایا کہ علیؑ جس وقت اس کے لکھنے سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو بتایا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ جیسا کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ والہ پر نازل کیا اور اس کو میں نے دو دفتیوں سے جمع کر لیا ہے تو صحابہ نے کہا کہ ہمارے پاس تو مصحف ہے۔ اس میں قرآن جمع ہے۔ ہمیں آپ کے مصحف کی ضرورت نہیں، تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم آج کے بعد تم اس قرآن کو نہیں دیکھو گے، میرے ذمے تھا کہ میں تم کو خبر دوں جس وقت میں نے اس کو جمع کیا تا کہ تم اس کو پڑھو۔

ف: تو مذکورہ روایات سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن اصل نہیں ہے، اصلی قرآن قیامت کے قریب جناب امام غائب صاحب لائیں گے۔ علامہ نوری طبرسی ایک اور جگہ لکھتے ہیں "وصار ...... من ذخایر الإمامة" (فصل الخطاب، ص ۲۱) کہ قرآن ائمہ کے ذخائر میں سے ہو گیا۔

جناب علی عبدی صاحب! ذرا غور کر کے بتائیں "ہم سنیوں کو تو چھوڑ دو بے چارے شیعوں نے کیا جرم کیا تھا کہ اس وقت سے لے کر اب تک اصلی قرآن سے محروم ہیں اور نقلی قرآن پر (نعوذ باللہ) گزارہ کرتے آئے ہیں۔ اماموں کو چاہئے تھا کہ کم از کم اپنے متبعین کو تو اصلی قرآن دے دیتے تا کہ وہ تو اصلی دین اختیار کرتے۔

کیا جس قوم کی کتاب نقلی ہو اصلی انہوں نے دیکھی ہی نہ ہو تو ان کا کوئی عمل اصلی ہو سکتا ہے؟ اس قوم کے دین کا کوئی جز اصلی ہو سکتا ہے؟ بھلا نقلی چیز پر ؟ ؟ ؟

ایمان کیونکر اصلی ہو سکتا ہے؟

جناب علی عبدی صاحب! (نعوذ باللہ) کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ جو کہ شیرِ خدا تھے اور جو اتنے بہادر اور طاقتور تھے کہ خیبر کے دروازہ کو اکیلا اکھاڑ پھینکا، ان سے یہ نہ ہو سکا کہ اصلی قرآن کے نفاذ کے لئے کچھ کر لیتے۔ چلو ورنہ سہی اپنے دورِ خلافت میں تو کچھ کر لیتے۔ کیا قرآن کا حق یہ ہے کہ اس کو پڑھا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے یا قرآن کا حق یہ ہے کہ اس کو غار میں چھپایا جائے اور اس کے پھیلانے کے لئے کوئی جدوجہد نہ کی جائے؟

خدارا! شیعہ حضرات ذرا انصاف سے کام لیں کچھ تو عقل کے تقاضہ کو مدِ نظر رکھیں۔

جناب علی عبدی صاحب! آپ نے ہمیں دعوت عام دی ہے کہ جا کر دیکھیں کہ آیا اس قرآن میں جو اہل سنت کے ہاں ہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی پائی جاتی ہے؟

جواب:۔ جناب محترم یہ تو آپ لوگوں کی مجبوری ہے کہ موجودہ قرآنِ اہل سنت کو آپ لوگوں نے گھروں میں رکھا ہے کیونکہ آپ کے ائمہ معصومین کا آپ شیعوں کو یہ حکم ہے کہ ”فی الحال اسی نقلی قرآن کو پڑھو، جب امام غائب علیہ السلام آجائے تو وہ اصلی قرآن برآمد کریں گے“ جیسا کہ گزشتہ عبارات سے بخوبی معلوم ہوا، میں آپ کی تسلی کے لئے ایک اور عبارت نقل کرتا ہوں۔ اس کے بعد اپنی دعوت عام پر نظرِ ثانی کیجئے۔

شیعوں کے بہت بڑے عالم علامہ محمد باقر مجلسی اپنی کتاب بحار الانوار میں لکھتے ہیں۔

فصل : غیران الخبر قد صح عن ائمتنا علیھم السلام انھم امروا بقرأۃ مابین الدفتین وان لا نتعداہ بلا زیادۃ فیہ ولا نقصان منہ حتی یقوم القائم علیہ السلام فیقرئ الناس القرآن علی ما انزلہ اللہ تعالیٰ وجمعہ امیر المؤمنین ...... الخ

(بحار الانوار، باب ماجاء فی کیفیۃ جمع القرآن، ۸۹/۷۴، ط: مؤسسۃ الوفاء بیروت)

فصل :۔ مگر ہمارے ائمہ علیھم السلام سے یہ بات صحیح سند کے ساتھ منقول ہے کہ انہوں نے موجودہ قرآن کی تلاوت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ اس میں کوئی کمی زیادتی نہ کرو۔ یہاں تک کہ قائم علیہ السلام نکل آئے۔ پھر وہ لوگوں کو اصلی حالت پر قرآن پڑھائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جمع کیا تھا۔

ف: تو علامہ باقر مجلسی صاحب کی اس عبارت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن شیعوں نے بامر مجبوری اپنے ہاں رکھا ہوا ہے۔ لہذا کسی شیعہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہمیں یہ دعوت دے کہ آؤ اور ہمارے پاس موجودہ قرآن دیکھ لو۔

تحریف کی پانچویں قسم (سورتوں کی ترتیب الٹ پلٹ کردی گئی)

تحریف کی پانچویں قسم جو شیعوں کی کتابوں سے ثابت ہو رہی ہے، آیات کی ترتیب اور سورتوں کی ترتیب کا الٹ پلٹ ہونا ہے اور یہ تو شیعہ مذہب میں ممکن

کھلی بات ہے کہ جو تحریف کے منکرین رہے ہیں وہ بھی تحریف کے اس قسم کا اعتراف کر رہے ہیں۔ لہذا تحریف کے اس قسم کو دلائل سے ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ اس کا منکر ہی کوئی نہیں، لیکن آپ کی تسلی کے لئے ایک دو حوالے اس قسم کے بھی نقل کر دیتے ہیں۔

۱- چنانچہ علامہ نوری طبرسی "فصل الخطاب" میں چوتھی دلیل کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> كان لامير المؤمنين عليه السلام قرانا[1] مخصوصا جمعه بنفسه بعد وفاة النبی صلی الله علیه واله وعرضه على القوم فأعرضوا عنه فحجبه عن اعينهم وكان عند ولده عليهم السلام يتوارثه امام عن امام كسائر خصائص الامامة وخزائن النبوة وهو عند الحجة عجل الله فرجه، يظهره للناس بعد ظهوره ويأمرهم بقراءته وهو مخالف لهذا القرآن الموجود من حيث التأليف وترتيب السور والآيات بل الكلمات ايضا ومن جهة الزيادة والنقيصة وحيث ان الحق مع علی علیه السلام وعلی مع الحق ففی القرآن الموجود تغيير من جهتين وهو المطلوب.

(فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب، الدلیل الرابع ص ۱۲۱)

---

(۱) "قران مخصوص" ہونا چاہیے کیونکہ "کان" کا اسم ہے۔

ترجمہ:۔ ”امیر المومنین علیہ السلام کا ایک قرآن مخصوص تھا جس کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد خود جمع کیا تھا اور اس کو صحابہ کے سامنے پیش کیا، مگر ان لوگوں نے توجہ نہ کی لہٰذا اس کو انہوں نے لوگوں سے پوشیدہ کر دیا اور وہ قرآن ان کی اولاد کے پاس رہا۔ ایک امام سے دوسرے امام کو میراث میں ملتا رہا۔ مثل اور خصائص امامت اور خزائن نبوت کے اور اب وہ قرآن امام مہدی کے پاس ہے، خدا ان کی مشکل جلد آسان کرے۔ وہ اس قرآن کو اپنے ظاہر ہونے کے بعد نکالیں گے۔ لوگوں کو اس کی تلاوت کا حکم دیں گے اور وہ قرآن اس قرآن موجود کے خلاف ہے۔ سورتوں اور آیتوں بلکہ کلمات کی ترتیب میں بھی اور کمی بیشی کے لحاظ سے بھی۔ چونکہ حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہیں۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ قرآن موجود میں دونوں حیثیتوں سے تحریف ہے اور یہی (ہم شیعوں کا) مطلوب ہے۔“

ف: تو اس روایت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن میں سورتوں اور آیتوں کو الٹ پلٹ کر کے تحریف کی گئی ہے۔

جناب علی عبدی صاحب! (نعوذ باللہ) آپ کے جناب امیر اور ائمہ معصومین نے قرآن کا حق ادا کرنے میں انتہائی کمال اور دانائی کا مظاہرہ کیا کہ بجائے اس کے کہ ”بزعم شما“ جو اصلی قرآن تھا، اس کو رائج کرتے اور اس کو دنیا میں پھیلاتے اور لوگوں کو اصلی قرآن کی تعلیم دیتے، اور کسی کو نہ سہی کم از کم اپنے متبعین کو تو اصلی اور خالص قرآن دے دیتے، بلکہ انہوں نے اصلی کو چھپا ہی دیا۔

کیا شیعوں کے ائمہ معصومین کا اپنے متبعین پر بھی اعتماد نہیں تھا کہ ان کو بھی اصلی قرآن سے محروم رکھا؟

کیا اس بات کو عقل تسلیم کرتی ہے کہ اس وقت سے لے کر قیامت کے قریب تک امت محمدیہ علی صاحبھا الف تحیۃ وسلام کو اصلی قرآن سے محروم رکھا جائے؟ اچھا اس لمبے عرصہ میں جو شیعہ مر گئے ہیں وہ تو یقیناً نقلی قرآن پر عمل کر گئے ہیں اور نقلی دین پر زندگی گزاری ہے اور آئندہ بھی تا قرب قیامت ایسا ہوگا تو ایسے لوگوں کا قیامت کے دن کیا حشر ہوگا، کیا نقلی دین ان سے قبول کیا جائے گا؟

۲۔ علامہ باقر مجلسی حق الیقین میں لکھتے ہیں:

پس بخواند قرآن را بنحوے کہ حق تعالیٰ بر حضرت رسول اللہ ﷺ نازل ساختہ بے آنکہ تغیر یافتہ باشد وتبدیل یافتہ باشد چنانچہ در قرآن ہائے دیگر شدہ۔

(حق الیقین۔ صفحہ ۳۵۸، ط: تہران ۱۳۵۲ھ)

ترجمہ: ”پس امام مہدی قرآن کو اس طرح پڑھیں گے جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا، بغیر اس کے کہ اس میں کوئی تغیر وتبدل ہوا ہو، جیسا کہ دوسرے قرآنوں میں تغیر وتبدل ہو گیا ہے۔“

علمائے شیعہ کے تینوں اقرار:

چونکہ شیعہ مذہب کا مقصد اصلی قرآن کو مشکوک بنانا اور اس پر دو مکمل دین اسلام کو مٹانا تھا اس لئے بڑے اہتمام سے علمائے شیعہ نے تحریف قرآن کی دوہرا

سے زائد روایتیں ائمہ کے نام سے تصنیف کیں اور ان روایتوں کو ذیل کے تینوں اقراروں سے مزین کیا۔ بے چاروں کو کیا خبر تھی کہ ہماری سب کوشش خاک میں مل جائے گی اور قرآن شریف کی روشنی اسی طرح قائم رہے گی۔

شیعوں کے تینوں اقرار ملاحظہ کیجئے۔

پہلا اقرار:۔ یہ کہ تحریف قرآن کی روایات کثیر اور متواتر ہیں۔

دوسرا اقرار:۔ یہ کہ یہ متواتر روایات تحریف قرآن پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں۔

تیسرا اقرار:۔ یہ کہ ان روایات کے مطابق شیعہ تحریف قرآن کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔

ذیل میں ان تینوں اقراروں کے حوالے ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ علامہ نوری طبرسی "فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب" میں لکھتے ہیں:

> قال السيد المحدث الجزائري في الأنوار ما معناه ان الاصحاب قد اطبقوا على صحة الأخبار المستفيضة بل المتواترة الدالة بصريحها على وقوع التحريف في القرآن كلا ماو مادة و اعرابا و التصديق بها. (فصل الخطاب، ص ۳۱)

> ترجمہ:۔ سید محدث جزائری نے کتاب انوار میں لکھا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ اصحاب امامیہ نے اتفاق کیا ہے ان روایات مشہورہ بلکہ متواترہ کی صحت پر جو صراحتاً قرآن کے محرف

ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ تحریف قرآن کلام میں بھی ہے، مادہ میں بھی، اعراب میں بھی۔ اور اتفاق کیا ہے ان روایات کی تصدیق پر۔

۲۔ اسی "فصل الخطاب" میں علاوہ محدث جزائری کے اپنے دوسرے علماء سے بھی روایات تحریف کا متواتر ہونا نقل کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وهی کثیرة جداقال السید نعمت الله الجزائری فی بعض مؤلفاته کما حکی عنه أن الاخبار الدالة علی ذلک تزید علی ألفی حدیث وادعی استفاضتها جماعة کالمفید والمحقق الداماد والعلامة المجلسی وغیرهم بل الشیخ أیضا صرح فی التبیان بکثرتها بل ادعی تواترها جماعة یاتی ذکرهم

(فصل الخطاب، ص ۲۵۱، الدلیل الثانی عشر)

ترجمہ:۔ روایات تحریف قرآن یقیناً بہت ہیں۔ حتیٰ کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی بعض تالیفات میں لکھا ہے، جیسا کہ ان سے نقل کیا گیا ہے کہ جو حدیثیں تحریف پر دلالت کرتی ہیں وہ دو ہزار احادیث سے زیادہ ہیں اور ایک جماعت نے ان کے مستفیض یعنی مشہور ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جیسے مفید اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہم، بلکہ شیخ طوسی نے بھی تبیان میں تصریح کی ہے کہ یہ روایات بکثرت ہیں۔ بلکہ ایک جماعت محدثین

نے ان روایتوں کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جن کا ذکر آگے آئے گا۔

پھر چند سطور کے بعد لکھا ہے:

۳۔ واعلم ان تلک الاخبار منقولة من الکتب المعتبرة التی علیها معول اصحابنا فی اثبات الاحکام الشرعیة والآثار النبویة

(فصل الخطاب، ص ۲۵۲)

ترجمہ:۔ جاننا چاہیے کہ یہ حدیثیں تحریف کی ان معتبر کتابوں سے نقل کی گئی ہیں، جن پر ہمارے اصحاب کا اعتماد ہے۔ احکام شرعیہ کے ثابت کرنے اور آثار نبویہ کے نقل کرنے میں۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

۴۔ الاخبار الکثیرة المعتبرة الصریحة فی وقوع السقط ودخول النقصان فی الموجود من القرآن زیادة علی مامرفی ضمن الادلة السابقة وأنه اقل من تمام مانزل إعجازا علی قلب سید الانس والجان من غیر اختصاصها بآیة أوسورة وهی متفرقة فی الکتب المتفرقة التی علیها المعول عند الأصحاب جمعت ماعثرت علیها فی هذا الباب

(فصل الخطاب، الدلیل الحادی عشر، ص ۲۳۵)

ترجمہ:۔ بہت سی حدیثیں جو معتبر ہیں اور قرآن موجود میں کمی اور

نقصان پر صراحتًا دلالت کرتی ہیں علاوہ ان احادیث کے جو دلائل سابقہ کے ضمن میں بیان ہو چکیں، اور یہ روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ قرآن مقدار نزول سے بہت کم ہے اور یہ کمی کسی آیت یا کسی سورت کے ساتھ مخصوص نہیں، اور یہ حدیثیں ان کتب متفرقہ میں پھیلی ہوئی ہیں، جن پر ہمارے مذہب کا اعتماد اور اہل مذہب کا ان کی طرف رجوع ہے۔ میں نے وہ سب حدیثیں جمع کر دی ہیں جو میری نظر سے گزریں۔

پھر صاحب فصل الخطاب نے اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے اور آخر تمام میں ان تمام محدثین کے نام لکھے ہیں، جنہوں نے روایات تحریف کو متواتر کیا ہے۔

ذیل میں بطور نمونہ ان کے کچھ نام اور تحریف قرآن کے بارے میں ان کے خاص خاص جملے نقل کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ علامہ نوری طبرسی لکھتے ہیں:

۵- وبلوغ ماذكرناه ونقلناه من اول المقدمات الى هنا الى ازيد من حد التواتر كما لايخفى على المنصف مع عدم عثورنا على كثير من كتب الأخبار وقد ادعى تواتره جماعة

(فصل الخطاب، ص ۳۵۲)

ترجمہ:۔ اور مقدمات کے شروع سے لے کر یہاں تک جو کچھ روایتیں ہم نے ذکر کی ہیں وہ حدِ تواتر سے زیادہ ہیں۔ جیسا کہ کسی منصف مزاج پر یہ مخفی نہیں ہے۔ باوجودیکہ ہم بہت ساری

کتب حدیث پر مطلع نہیں ہوئے اور تحقیق ایک بڑی جماعت نے ان روایات کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۶- منهم المولى محمد صالح فى شرح الكافى حيث قال......

واسقاط بعض القرآن وتحريفه ثبت من طرقنا بالتواتر معنى كما يظهر لمن تأمل في كتب الاحاديث من اولها الى اخرها . (ص ۳۵۲)

ترجمہ:۔روایات تحریف کو متواتر کہنے والی جماعت میں سے ایک مولی محمد صالح ہیں۔ وہ اپنی کتاب "شرح الکافی" میں بیان کرتے ہیں:

...... اور بعض قرآن کا ساقط کرنا اور اس میں تحریف کرنا ہماری سندوں سے تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہے اور یہ ہر اس شخص پر ظاہر ہوتا ہے جو اول سے آخر تک کتب حدیث میں غور کرے۔

ومنهم الفاضل قاضى القضاة على بن عبدالعالى على ما حكى عنه السيد فى شرح الوافية......

ترجمہ: اور انہی میں سے ایک فاضل قاضی القضاۃ علی بن عبدالعالی ہیں۔

ومنهم الشيخ المحدث الجليل الشيخ ابوالحسن الشريف فى مقدمات تفسيره.

ترجمہ:۔ اور اسی جماعت میں سے ایک شیخ محدث الجلیل شیخ ابوالحسن شریف ہیں۔ جنہوں نے اپنی تفسیر کے مقدمات میں روایات تحریف کو متواتر کہا ہے۔

۷۔ ومنهم العلامة المجلسی قال فی مراة العقول...... مالفظه والأخبار من طرق الخاصة والعامة فی النقص والتغيير متواترة.

ترجمہ:۔ ''اور اس جماعت میں سے ایک علامہ محمد باقر مجلسی ہیں۔ وہ اپنی کتاب ''مراۃ العقول'' میں فرماتے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں:
''اور قرآن کے ناقص و متغیر ہونے کے بارے میں عام اور خاص سندوں سے جو احادیث مروی ہیں، وہ متواتر ہیں۔''

آگے لکھتے ہیں:

۸۔ ...... وبخطه ره علی هامش نسخة صحيحة من الكافی...... فی اخر كتاب فضل القرآن عند قول الصادق" القران الذی جاء به جبرئيل علی محمد صلی الله عليه وآله سبعة عشر الف اية مالفظه لايخفی ان هذا الخبر وكثيرا من الاخبار الصحيحة صريحة فی نقص القرآن وتغيير ہ.

ترجمہ:۔ کافی کے ایک صحیح نسخے کے حاشیہ پر...... کتاب فضل القرآن کے آخر میں انہی (علامہ باقر مجلسی) کے خط سے لکھا ہوا

ہے......جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"یہ بات مخفی نہیں کہ یہ روایت اور بہت ساری صحیح روایتیں صراحۃً قرآن میں کمی اور ردوبدل واقع ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔"

ان کی عبارت کا درج ذیل فقرہ قابل دید ہے:

۹۔ وعندی ان الأخبار فی هذا الباب متواترة معنی وطرح جمیعها یوجب رفع الاعتماد عن الأخبار رأسا بل ظنی ان الأخبار فی هذا الباب لایقصر عن اخبار الإمامة فکیف یثبتونها بالخبر

(فصل الخطاب، ص ۳۵۲، ۳۵۳)

ترجمہ:۔ میرے نزدیک تحریف قرآن کی روایتیں معناً متواتر ہیں، اور ان سب روایتوں کو ترک کر دینے سے ہمارے تمام فن حدیث کا اعتبار جاتا رہے گا بلکہ میرا علم یہ ہے کہ تحریف قرآن کی روایتیں مسئلہ امامت کی روایتوں سے کم نہیں ہیں۔ لہذا اگر تحریف قرآن کی روایتوں کا اعتبار نہ ہو تو مسئلہ امامت بھی روایتوں سے ثابت نہ ہو سکے گا۔"

ومنهم السید المحدث الجزائری...... ومنهم المولی محمد تقی المجلسی

ترجمہ:۔ "روایات تحریف کو متواتر قرار دینے والی جماعت میں سے ایک سید محدث الجزائری ہیں اور انہی میں سے "مولی محمد تقی

مجلسی" ہیں۔"

ومنهم الاميرزا علاء الدين كلستانه شارح النهج فى

الطعن السابع من مطاعن عثمان

ترجمہ۔۔اورانہی میں سے ایک امیرزا علاء الدین ہیں......

علامہ نوری طبرسی روایات تحریف پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے لکھتے

ہیں:

* ۱ – ان ناقلها فى الكتب ثقة الاسلام الكلينى

وشيخه على بن ابراهيم وتلميذه النعمانى والكشى

وشيخه العياشى والصفار وفرات بن ابراهيم

والشيخ الطبرسى صاحب الاحتجاج وابن شهر

اشوب والثقة النقة محمد بن العباس الماهيار

واضرابهم وهؤلاء اجل من ان يتوهم فيهم سؤفى

العقيدة وضعف فى المذهب وفتور فى الدين وعليهم

تدور رحى الآثار الأئمة الأطهار بل اى محدث لم

يشرب من انائهم واى فقيه لم ينزل رحله بفنائهم واى

مفسر عبر ذى واى استغنى عن اقتطاف جنائهم

(فصل الخطاب ص ۳۵۱)

ترجمہ۔ بے شک تحریف قرآن کی روایات کو کتابوں میں نقل

کرنے والے ثقۃ الاسلام کلینی اور ان کے استاد علی بن ابراہیم اور ان کے شاگرد نعمانی اور کشی اور ان کے استاد العیاشی اور صفار اور فرات بن ابراہیم اور شیخ طبرسی صاحب الاحتجاج اور ابن شہر شوب اور ثقۃ الثقۃ محمد بن العباس الماھیار اور ان جیسے اور علماء ہیں اور یہ حضرات بہت دور ہیں اس بات سے کہ ان کے بارے میں سوءِ عقیدہ کا اور مذہب میں کمزور ہونے کا اور دین میں ناقص ہونے کا خیال کیا جائے اور انہی حضرات پر ائمہ طاہرین سے احادیث کی چکی گھومتی ہے، بلکہ کونسا محدث ایسا ہے جس نے ان کے برتن سے نہ پیا ہو اور کونسا فقیہ ایسا ہے جس نے اپنی سواری ان کے صحن میں نہ ٹھہرائی ہو اور کونسا مفسر ایسا ہے جو ان کے فیوضات چکھنے سے مستغنی ہے۔"

(یعنی مذکورہ حضرات ایسے ہیں کہ ہر محدث اور ہر فقیہ اور ہر مفسر ان کا محتاج ہے۔)

۱۱- علامہ محسن کاشی تفسیر صافی کے دیباچہ میں تحریف کی (نجس) روایات نقل کر کے لکھتے ہیں:

المستفاد من مجموع هذه الاخبار وغيره عن الروايات من طريق اهل البيت عليهم السلام ان القرآن الذى بين اظهرنا ليس بتمامه كما انزل على محمد صلى الله عليه واله بل منه ما هو خلاف ما انزل الله ومنه ما هو مغير ومحرف وانه قد حذف

منه اشياء كثيرة منها اسم على فى كثير من المواضع ومنها غير ذلك وأنه ليس ايضا على الترتيب المرضى عندالله وعند رسوله وبه قال علي بن ابراهيم.

(تفسير الصافی، المقدمة السادسة......۱/۴۹)

(تنبیہ الحائرین، ص ۳۶)

ترجمہ: "ان تمام حدیثوں کا اور ان کے علاوہ جس قدر حدیثیں اہل بیت علیہم السلام کی سند سے نقل کی گئی ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان میں ہے وہ پورا جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوا تھا نہیں ہے، بلکہ اس میں کچھ اللہ کے نازل کیے ہوئے کے خلاف ہے اور کچھ متغیر و محرّف ہے، اور یقیناً اس میں سے بہت سی چیزیں نکال ڈالی گئی ہیں۔ جیسے علی کا نام بہت سے مقامات سے، علاوہ اس کے ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قرآن کی ترتیب بھی خدا اور اس کے رسول کی پسند کی ہوئی ترتیب نہیں ہے، انہیں سب باتوں کے قائل ہیں علی بن ابراہیم قمی۔"

۱۲- دور آخر کے شیعی مجتہد اعظم مولوی ولدار علی صاحب اور امام الشیعہ حامد حسین صاحب لکھنوی کے بھی اس بارے میں بہت عمدہ اقوال ہیں جو ان کی تصنیفات "عماد الاسلام" اور "استقصاء الافہام" وغیرہ میں موجود ہیں۔ ہم نے تطویل کے خوف سے ان کو ترک کر دیا ہے۔

عبارات منقولہ بالا سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے:

(۱) تحریف قرآن کی روایتیں شیعوں کی ان اعلیٰ ترین اور معتبر کتابوں میں ہیں۔ جن پر مذہب شیعہ کی بنیاد ہے۔

(۲) روایات تحریف قرآن کے ناقلین شیعوں کے وہ بڑے علماء ہیں کہ ہر محدث اور ہر فقیہ اور ہر مفسر ان کا محتاج ہے اور کوئی بھی ان کے فیض سے مستغنی نہیں ہے۔

(۳) روایاتِ تحریف کثیر و مستفیض (مشہور) بلکہ متواتر ہیں۔

(۴) روایات تحریف رد کر دی جائیں تو شیعوں کا فن حدیث بیکار و بے اعتبار ہو جائے۔

(۵) تحریف قرآن کی روایتیں کتب شیعہ میں دو ہزار سے زیادہ ہیں۔

(۶) تحریف قرآن کی روایتیں مسئلہ امامت کی روایات سے کم نہیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ مذہب شیعہ میں جس درجہ ضروری مسئلہ امامت ہے۔ اسی درجہ تحریف قرآن کا عقیدہ بھی ضروری ہے۔ حضرت علیؓ اور دوسرے ائمہ کی امامت کا ماننا جیسے فرض ہے۔ اسی درجہ کا فرض قرآن کو محرف ماننا بھی ہے۔ جو شخص قرآن کو محرف نہ مانے وہ از روئے مذہب شیعہ ویسا ہی گناہگار و بد دین اور مذہب شیعہ سے خارج ہوگا جیسا ائمہ اثنا عشر کی امامت کا منکر۔

(۷) یہ روایات قرآن کے محرف ہونے اور پانچوں قسم کی تحریف سے محرف ہونے پر ایسی صاف اور واضح دلالت کرتی ہیں کہ اس میں شک نہیں ہو سکتا اور نہ ان کی کوئی معقول توجیہ و تاویل ہو سکتی ہے۔

ان عبارات میں دو اقرار تو بالکل واضح ہیں۔ یعنی روایات کے کثیر

ومتواتر ہونے کا اور ان روایات کا تحریف پر صریح دلالت کرنے کا، تیسرا اقرار یعنی کہ ان روایات کے مطابق شیعوں کا تحریف کا عقیدہ بھی ہے۔ اس درجہ کا واضح نہیں ہے لہذا اس کے لئے مزید عبارات اور حوالہ جات کے ساتھ پیش خدمت ہیں:

۱۔ علامہ محسن کاشی "تفسیر صافی" کے مقدمہ سادسہ میں لکھتے ہیں:

واما اعتقاد مشائخنا رحمهم الله في ذلك فالظاهر من ثقة الاسلام محمد بن يعقوب الكليني طاب ثراه أنه كان يعتقد التحريف والنقصان في القرآن، لانه روى روايات في هذا المعنى في كتابه الكافي، ولم يتعرض لقدح فيها، مع انه ذكر في اول الكتاب انه كان يثق بما رواه فيه، وكذلك أستاذه علي بن ابراهيم القمي، فان تفسيره مملوء منه وله غلو فيه، وكذلك الشيخ احمد بن ابي طالب الطبرسي قدس سره، فانه نسج على منوالهما في كتاب الاحتجاج

(تفسیر صافی، مقدمہ سادسہ صفحہ ۲۵ جلد اطـ بیروت)

ترجمہ: "رہا ہمارے بزرگوں کا اعتقاد اس بارے میں، سو ظاہر یہ ہے کہ ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی قرآن کی تحریف ونقصان کے معتقد تھے۔ کیونکہ انہوں نے اس مضمون کی بہت روایتیں اپنی کتاب کافی میں نقل کی ہیں اور ان روایتوں پر کوئی جرح نہیں کی، باوجودیکہ انہوں نے آغاز کتاب میں لکھ دیا ہے کہ جتنی روایتیں

اس کتاب میں ہے ان پر مجھے وثوق ہے اور اسی طرح ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی کہ ان کی تفسیر بھی روایات تحریف سے پر ہے اور ان کو اس عقیدہ میں غلو ہے۔ اور اسی طرح شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی کہ وہ بھی کتاب احتجاج میں انہیں دونوں کے طرز پر چلے ہیں۔"

۲۔ سید ابوالحسن شریف تفسیر مرآۃ الانوار میں (جو مقدمہ تفسیر البرہان کی حیثیت سے شائع ہوئی ہے) "فصل رابع" میں مذکورہ بالا عبارت لکھنے کے بعد مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ووافق القمی والكلینی جماعة من اصحابنا المفسرین، كالعیاشی، والنعمانی، وفرات بن ابراهیم وغیرهم، وهو مذهب اكثر محققی محدثی المتأخرین، وقول الشیخ الأجل احمد بن ابی طالب الطبرسی كما ینادی به كتابه الاحتجاج وقد نصره شیخنا العلامة باقر علوم اهل البیت وخادم اخبارهم فی كتابه بحار الانوار، وبسط الكلام فیه بما لا مزید علیه وعندی فی وضوح صحة هذا القول بعد تتبع الأخبار وتفحص الآثار بحیث یمكن الحكم بكونه من ضروریات مذهب التشیع وأنه من اكثر مفاسد غصب الخلافة

(مقدمہ تفسیر البرہان، مقدمہ ثالثہ، الفصل الرابع، ص ۳۷)

ترجمہ:۔ "اور علی بن ابراہیم قمی اور محمد بن یعقوب کلینی کی موافقت کی ہے ہمارے شیعہ مفسرین کی ایک جماعت نے جیسے عیاشی، محمد بن ابراہیم النعمانی، فرات بن ابراہیم وغیرھم۔ اور یہی مذہب ہے اکثر متاخرین، محققین، محدثین کا، اور یہی قول ہے شیخ اجل احمد بن ابی طالب طبرسی کا، جیسا کہ ان کی کتاب "الاحتجاج" اس کا اعلان کر رہی ہے۔ اور اسی کی تائید کی ہے ہمارے شیخ علامہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب "بحار الانوار" میں۔ اور اس میں کھل کر کلام کیا ہے۔ جس پر اضافے کی گنجائش نہیں اور میرے نزدیک ائمہ کی احادیث کے تتبع و تلاش اور آثار کی چھان بین کے بعد اس قول کا صحیح ہونا یہاں تک واضح ہے کہ یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ "عقیدۂ تحریف مذہب تشیع کے ضروریات میں سے ہے" اور غصب خلافت کا سب سے بدترین نتیجہ تحریف قرآن ہے۔"

۳۔ علامہ نوری طبرسی نے "فصل الخطاب" کے مقدمہ ثالثہ میں صفحہ نمبر ۲۵ سے لے کر صفحہ نمبر ۳۲ تک ان کبار علماء شیعہ کی پوری فہرست لکھ دی ہے جو موجودہ قرآن کے محرف ہونے کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ مدعی ہیں۔

وہ فہرست مختصراً پیش خدمت ہے۔

ا۔ شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی کلینی کے استاد، انہوں نے اپنی تفسیر کے شروع میں تحریف قرآن کی تصریح کی ہے اور اپنی تفسیر روایات تحریف سے بھر دی ہے اور ساتھ ہی اپنی تفسیر کے شروع میں انہوں نے یہ پابندی ظاہر کی ہے کہ وہی روایتیں ذکر

کروں گا جو میرے اساتذہ اور معتبر لوگوں نے روایت کی ہیں۔

۲۔ ثقۃ الاسلام کلینی انہوں نے بہت ساری صریح روایات کافی کی کتاب الحجۃ میں اور روضہ میں نقل کی ہیں اور ان روایات کو نہ رد کیا نہ ان کی کچھ تاویل کی۔

۳۔ الثقۃ الجلیل محمد بن حسن الصفار (مصنف کتاب البصائر)

۴۔ صریح الثقۃ محمد بن ابراہیم النعمانی کلینی کے شاگرد ہیں (مصنف کتاب الغیبہ)

۵۔ الثقۃ الجلیل سعد بن عبداللہ القمی جنہوں نے اپنی کتاب ناسخ ومنسوخ میں ایک باب تحریف قرآن کا بھی قائم کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ مجلسی نے بحار کے انیسویں مجلد میں اس کی تصریح کی ہے۔

۶۔ السید علی بن احمد الکوفی (مصنف کتاب بدع الحدیثۃ)

۷۔ اجلۃ المفسرین واعظمھم الشیخ الجلیل محمد بن مسعود العیاشی (مصنف تفسیر عیاشی)

۸۔ الشیخ فرات بن ابراہیم الکوفی۔

۹۔ الثقہ الثقہ محمد بن عباس الماھیار۔

۱۰۔ شیخ المتکلمین مقدم النوبختیین ابوسہل اسمٰعیل بن علی بن اسحاق بن سہل بن نوبخت مصنف کتب کثیرۃ۔

۱۱۔ اسحاق الکاتب جنہوں نے امام مہدی کو دیکھا ہے۔

۱۲۔ رئیس الطائفہ جس کے معصوم ہونے کا اکثر یا بعض لوگ قائل ہیں۔ ابوالقاسم حسین بن روح بن ابی بحر نوبختی جو شیعوں کے اور امام مہدی کے درمیان تیسرے سفیر تھے۔

۱۳۔ العالم الفاضل المتکلم حاجب بن اللیث بن السراج۔

۱۴۔الشیخ الجلیل الثقۃ الاقدم فضل بن شاذان (مصنف کتاب الایضاح)

۱۵۔و...... من القدماء الشیخ الجلیل محمد بن الحسن الشیبانی (غیر صاحب ابی حنیفہ)صاحب تفسیر نہج البیان عن کشف معانی القرآن۔

۱۶۔الشیخ الثقۃ احمد بن محمد بن خالد برقی، مصنف کتاب المحاسن۔ محقق طوسی نے فہرست میں اور کشی نے اپنے اسماء الرجال میں ان کی تصانیف میں کتاب التحریف کو شمار کیا ہے۔

۱۷۔الثقۃ محمد بن خالد جو سابق الذکر شیخ کے والد تھے۔

۱۸۔الشیخ الثقۃ علی بن الحسن بن فضال جن سے کوئی غلطی علم حدیث میں ظاہر نہیں ہوئی۔

۱۹۔محمد بن الحسن الصیرفی، مصنف کتاب التحریف۔ والتبدیل۔

۲۰۔احمد بن محمد سیار، مصنف کتاب القراٰات۔

۲۱۔الشیخ حسن بن سلیمان الحلی تلمیذ الشہید۔

۲۲۔الثقۃ الجلیل محمد بن عباس بن علی بن مروان ماہیار المعروف بابن حجام۔

۲۳۔ابو طاہر عبد الواحد بن عمر القمی۔

۲۴۔محمد بن علی بن شہر آشوب۔ انہوں نے اپنے مذہب کا اظہار اپنی کتاب، کتاب المناقب اور کتاب المثالب میں کیا ہے۔

۲۵۔شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی جنہوں نے تحریف قرآن کے متعلق دس حدیثوں سے زیادہ روایت کی ہیں۔

۲۶۔الفاضل الشیخ یحیی تلمیذ الکرکی، انہوں نے "کتاب الامامۃ" میں یہ دعوی کیا ہے کہ اہل قبلہ میں سے ہر خاص و عام کا اس پر اجماع ہے کہ موجودہ قرآن

نامکمل ہے اور اس کا بعض حصہ ضائع ہو گیا ہے۔

اس کے بعد مصنف فصل الخطاب لکھتے ہیں:

وهو مذهب جمهور المحدثين الذين عثرنا على كلماتهم

ترجمہ:۔ اور یہی مذہب ہے ان جمہور محدثین کا جن کے کلمات سے ہم کو اطلاع ہوئی۔

۲۷۔ اور مولیٰ محمد صالح کی۔

۲۸۔ ۲۹۔ المجلسیین (علامہ باقر مجلسی اور علامہ تقی مجلسی)

۳۰۔ الفاضل السید علی خان۔

۳۱۔ مولیٰ مہدی النراقی۔

۳۲۔ الاستاد الاکبر البہبہانی۔

۳۳۔ المحقق القمی۔

۳۴۔ شیخ ابوالحسن الشریف، ہمارے شیخ صاحب الجواہر کے دادا ہیں اور انہوں نے عقیدہ تحریف کو اپنی تفسیر مراۃ الانوار میں شیعہ مذہب کی ضروریات میں سے قرار دیا ہے۔

۳۵۔ الشیخ علی بن محمد المقانی، صاحب مشرق الانوار۔

۳۶۔ السید الجلیل علی بن طاؤس، صاحب فلاح السائل وسعد السعود۔

۳۷۔ شیخ محقق الانصاری قدس سرہ۔

۳۸۔ الشیخ الاعظم محمد بن محمد بن نعمان المفید (جن کو جناب علی عبدی صاحب نے رجماً بالغیب کرتے ہوئے منکرین تحریف کی فہرست میں ذکر کیا ہے)۔

(فصل الخطاب، المقدمۃ الثالثۃ، صفحہ ۲۶ تا صفحہ ۳۳)

یہ چند حوالے تھے جو جناب کو عالم تشیع کی تاریخ سے آگاہ کرنے کے لئے لکھ دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ جناب نے بڑی دلیری سے عالم تشیع کی تاریخ دیکھنے کے لئے للکارا ہے اور بڑی ہمت سے حسب ذیل دعویٰ کیا ہے۔

"عالم تشیع کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ شیعوں میں مذہبی حیثیت سے کسی دور میں نہ تحریف قرآن کا عقیدہ تھا اور نہ آج ہے۔ ہم تو قرآن کریم کے "ب" کے نقطے تک کو نہیں چھوڑ سکتے۔ دو چار افراد اگر کسی قسم کا تصور رکھتے ہیں تو وہ ان کا ذاتی نظریہ ہے۔ جسے مذہبی عقیدہ کا نام نہیں دیا جا سکتا ہے"۔

مزید لکھتے ہیں:

.....اس کے باوجود شیعہ پر تحریف قرآن کا الزام لگانا پرلے درجے کی حماقت کے سوا اور کچھ نہیں۔ حسب ذیل علماء شیعہ نے انکار تحریف کیا ہے۔

پھر "۱۳" نام گنوائے ہیں۔ جن میں صرف چار متقدمین میں سے ہیں، باقی سارے قریب کے دور کے ہیں۔

لیکن جو بھی منصف مزاج آدمی کتب شیعہ کے مذکورہ حوالہ جات اور کبار علماء شیعہ کی مذکورہ تصریحات و اعترافات کو بغور ملاحظہ کرے گا تو یقیناً وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ واقعی عقیدہ تحریف شیعہ مذہب کی ضروریات میں سے ہے اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور یہ دو چار افراد کا ذاتی تصور اور نظریہ نہیں بلکہ شیعہ مذہب کی بنیاد ہے اور یہ شیعوں پر الزام نہیں بلکہ شیعوں کے اعترافات و اقرارات سے مزین ہے اور

یہ شیعوں پر الزام لگا کر پرلے درجے کی حماقت نہیں، بلکہ یہ عین عقلمندی اور عین صداقت کے سوا کچھ نہیں۔

جناب علی عبدی کے دعوی کا علمی جائزہ:

جناب اپنے مدعی میں لکھتے ہیں کہ:

"حسب ذیل علماء شیعہ نے انکار تحریف کیا ہے۔"

پہلی بات تو یہ قابل غور ہے کہ "انکار" کب ہوتا ہے؟ تو جناب کو خوب سمجھنا چاہئے کہ اگر کوئی کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو اس سے پہلے کسی اور نے اسی چیز کے اثبات کا دعوی کیا ہوتا ہے، کیونکہ جس چیز کا وجود ہی نہ ہو، تو اس سے انکار کرنا چہ معنی دارد؟

تو جناب علی عبدی صاحب کے اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں میں کچھ ہستیاں ایسی گذری ہیں جنہوں نے تحریف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ جس سے انکار تحریف کی نوبت آگئی، کیونکہ اس کے بغیر انکار کرنے کا کوئی معنی نہیں بن سکتا۔

پھر علی عبدی صاحب نے صرف گنتی کے ۱۳ نام ذکر کیے ہیں کہ انہوں نے انکار تحریف کیا ہے اور بدقسمتی سے ان ۱۳ میں سے بھی بعض ایسے ہیں جو تحریف قرآن کی قائل ہیں، جیسا کہ سابقہ حوالوں سے معلوم ہو چکا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا شیعوں میں قابل ذکر علماء صرف یہ چند ہی ہیں؟ بطور حجت اپنے اکابرین علماء شیعہ یعنی علی بن ابراہیم قمی اور کلینی اور علامہ مجلسی وغیرھم کا نام کیوں ذکر نہیں کیے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ کچھ اور ہے جو چھپایا جا رہا ہے اور شیعوں کے اصلی چہرے کی ستر پوشی ہو رہی ہے۔

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

شیعہ حضرات کا اصلی چہرہ:

مذکورہ حوالہ جات اور شیعہ حضرات کے اعترافات کو نقل کرنے کے بعد اس مسئلہ میں مزید کسی وضاحت کی ضرورت تو نہیں، لیکن پھر بھی جناب علی عبدی صاحب کے اطمینان خاطر کے لئے کچھ وضاحت کرنا بے جانہ ہوگا۔

پس حقیقت یہی ہے کہ تمام شیعہ محدثین اور شیعہ مذہب کے بڑے بڑے اکابر سب تحریف قرآن کے قائل ہیں نہ کوئی شیعہ تحریف قرآن کا منکر ہوا نہ ہوسکتا ہے۔ متقدمین شیعوں میں گنتی کے صرف چار آدمی ازراہ تقیہ قرآن کے تحریف کے منکر ہوگئے ہیں۔

(۱) شریف مرتضی (۲) شیخ صدوق (۳) ابوجعفر طوسی (۴) شیخ ابوعلی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان۔ جیسا کہ آپ نے بھی ان کے نام ذکر کئے ہیں۔

جب کبھی شیعوں کو سنیوں کے مقابلہ میں ضرورت پیش آتی ہے یا اپنے مسلمان ہونے کا ہوس خام پیدا ہوتی ہے تو صرف انہیں چار میں سے کسی نہ کسی کا قول پیش کر دیتے ہیں اور بڑی صفائی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اوپر بالکل بے جا الزام ہے۔ ہم تو تحریف قرآن کے قائل ہی نہیں، چنانچہ علی عبدی صاحب نے بھی اپنے منسلکہ رسالہ میں یہی کارروائی کی ہے۔ ناواقف شخص بے شک اس کارروائی سے دھوکہ کھا جاتا ہے، مگر جو لوگ مذہب شیعہ سے واقف ہیں ان کے سامنے یہ کارروائی نہیں چل سکتی۔

شیعوں کے اکابرین میں سے ان چار حضرات نے ازراہ تقیہ تحریف قرآن کا انکار تو کر دیا۔ مگر افسوس کہ انہوں نے ایک ایسے کام کا ارادہ کیا جس میں کامیابی

محال تھی۔ وہ اپنے قول کے لئے کوئی دلیل مذہب شیعہ کے اصول کے مطابق نہ پیش کر سکے۔ نہ اپنی تائید میں کوئی روایت آئمہ معصومین کی لاسکے۔ نہ روایاتِ تحریف کا کوئی جواب دے سکے۔ بلکہ انکار کی دھن میں وہ باتیں لکھ گئے جو ان کے مذہب کے لئے سمِ قاتل تھیں اور وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے۔۔ کیونکہ قرآن پر ایمان ہونے کا دعویٰ مذہب شیعہ کی بیخ کنی کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔

ان چار کے سوا قدمائے شیعہ میں کسی اور نے ازراہِ تقیہ بھی تحریف قرآن کا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ فصل الخطاب ص ۳۳ میں ہے:

الثانی عدم وقوع التغییر والنقصان فیه وان جمیع مانزل علی رسول الله صلی الله علیه واله هوالموجود بایدی الناس فیما بین الدفتین والیه ذهب الصدوق فی عقائده والسید المرتضی والشیخ الطائفة فی التبیان ولم یعرف من القدماء موافق لهم......

(فصل الخطاب، المقدمۃ الثالثۃ، ص ۳۳)

ترجمہ:۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن میں تحریف اور کمی نہیں ہوئی اور یہ کہ جس قدر قرآن رسول خدا ﷺ پر نازل ہوا، وہ لوگوں کے ہاتھوں میں اور دفتیوں کے بیچ میں موجود ہے اور اسی طرف گئے ہیں۔ صدوق اپنی کتاب "عقائد" میں اور سید مرتضیٰ اور شیخ الطائفہ (ابوجعفر طوسی) تبیان میں اور متقدمین میں کوئی ان کا موافق معلوم نہیں ہوا۔

ف: لیجئے جناب یہ آپ کے اپنے گھر کے آدمی کی تحقیق ہے۔ یعنی کہ شیعہ مذہب کی تاریخ میں ان چار کے سوا اور کسی کا نام نہیں ملتا جس نے ان کی موافقت کرتے ہوئے تحریف قرآن سے انکار کیا ہو۔ بلکہ سب کے سب تحریف قرآن پر مجتمع ہوئے ہیں۔

نیز اسی کتاب میں علامہ نوری طبرسی مزید لکھتے ہیں:

والی طبقتہ (ای المرتضی) لم یعرف الخلاف صریحا الا من ھذہ المشائخ الاربعة .

(فصل الخطاب، المقدمة الثالثة، ص ۳۵)

ترجمہ:۔ شریف مرتضیٰ کے طبقہ تک مسئلہ تحریف قرآن کی صراحتاً مخالفت سوا ان چار بزرگواروں کے اور کسی سے معلوم نہیں ہوئی۔

ف: جناب علی عبدی صاحب کیا آپ کے اپنے بڑوں کی تحقیق سامنے آنے کے بعد اور عالم تشیع کی تاریخ ملاحظہ کرنے کے بعد بھی اس بات کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے کہ آپ یہ دعویٰ کریں کہ "عالم تشیع کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ شیعوں میں مذہبی حیثیت سے کسی دور میں نہ تحریف قرآن کا عقیدہ تھا اور نہ آج ہے۔" اور کیا اب بھی یہ کہنا مناسب ہے کہ "شیعوں پر تحریف کا الزام لگانا پرلے درجے کی حماقت کے سوا اور کچھ نہیں؟" فتوبوا الی اللہ توبة نصوحاً

انکار تحریف از راہِ تقیہ ہونے کے روشن دلائل

ان چار علماء شیعہ کا تحریف قرآن کا انکار از راہ تقیہ ہونے کے روشن دلائل تین ہیں۔

اول یہ کہ انہوں نے اپنی سند میں کوئی حدیث امام معصوم کی اپنی تائید کے لئے پیش نہیں کی اور نہ پیش کر سکتے تھے اور نہ تحریف پر دلالت کرنے والی زائد از دو ہزار احادیث ائمہ کا جواب دیتے۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ انکا اصلی عقیدہ نہ تھا۔

دوم یہ کہ وہ قائلین تحریف کو کافر کیا معنی گمراہ بھی نہیں کہتے۔ اگر واقعی ان چاروں کا اصلی عقیدہ یہی ہوتا جو وہ زبان سے کہہ رہے ہیں تو قرآن پر ایمان رکھنا ضروریات دین میں سمجھتے اور قائلین تحریف کو ہم اہل سنت کی طرح کافر بلکہ بڑا کافر کہتے۔

سوم یہ کہ یہ چاروں حضرات جب قرآن شریف کے محفوظ ہونے کو ثابت کرتے ہیں تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مساعی جمیلہ اور ان کی حمیت دینی اور قوت ایمانی سے ثابت کرتے ہیں۔ بھلا اگر انہوں نے تقیہ نہ کیا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان اوصاف کا اقرار کرتے؟ کیا اگر کوئی مرزائی کہے کہ میں مرزا غلام احمد کو نہ نبی مانتا ہوں نہ مجدد تو اس کا یہ قول صحیح سمجھا جا سکتا ہے؟ یا کوئی خارجی کہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حسن ظن اور محبت رکھتا ہوں تو اس کی بات قابل اعتبار ہو سکتی ہے؟

بعینہ اسی طرح وہ قوم جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سخت دشمن ہیں اور ان کو خائن اور منافق کہتے ہیں۔ کیا ان کا قرآن کے محفوظ ہونے کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مساعی جمیلہ کے ذریعہ سے ثابت کرنا تقیہ کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے؟

اپنوں نے بھی اعتراف کرلیا:

جیسا کہ اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ اکابر شیعہ میں سے جن چار بزرگوں نے تحریف کا انکار کیا وہ محض ازراہ تقیہ تھا۔ خود علمائے شیعہ نے بھی ان کے تقیہ کو تسلیم کیا ہے۔

(۱) چنانچہ سید نعمت اللہ جزائری "انوار نعمانیہ" میں لکھتے ہیں:

والظاہر ان ھذا القوال انما صدر منھم لاجل مصالح کثیرۃ...... کیف وھؤلاء الاعلام رووا فی مؤلفاتھم اخبارا کثیرۃ تشتمل علی وقوع تلک الأمور فی القران وانما الآیۃ ھکذا انزلت ثم غیرت إلی ھذا.

(انوار نعمانیہ، صفحہ ۳۵۷، طبع جدید ۱۳۸۹ھ تبریز)

ترجمہ:- "ظاہر یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ انکار محض چند مصلحتوں (تقیہ) پر مبنی ہے...... یہ حضرات قرآن کریم کے غیر محرف ہونے کا عقیدہ کیسے رکھ سکتے ہیں، جبکہ ان حضرات نے اپنی کتابوں میں بہت سی احادیث نقل کی ہیں جو بتاتی ہیں کہ قرآن میں یہ یہ تحریفات ہوئی ہیں، اور فلاں آیت اس طرح نازل ہوئی تھی پھر اس کو یوں بدل دیا گیا۔"

محدث نعمت اللہ جزائری نے جو بات کہی ہے نہایت معقول ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ آدمی ایک روایت کو غلط بھی سمجھے اور پھر اس کو استدلال میں پیش کر کے اس پر اپنے عقائد کا محل بھی تعمیر کرے۔

(۲) علامہ نوری ان بزرگواروں کے تقیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت: قدعد ھو فی الشافی والشیخ فی تلخیصہ من مطاعن عثمان ومن عظیم ما اقدم علیہ جمع الناس علی قرائۃ زید واحراقہ المصاحف وابطالہ ماشک

انه من القرآن ولولا جواز كون بعض ما ابطله او جميعه من القرآن لما كان ذلك طعنا ۔

(فصل الخطاب، ص ۳۲، المقدمۃ الثالثہ)

ترجمہ:۔ "میں کہتا ہوں کہ شریف مرتضیٰ نے "شافی" میں اور شیخ الطائفہ طوسی نے اس کی تلخیص میں (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کے مطاعن اور ان کے عظیم ترین اقدام کو ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ (حضرت) "عثمان نے لوگوں کو (حضرت) زید کی قرأت پر جمع کردیا، اور دیگر مصاحف کو جلادیا اور جن الفاظ کے قرآن ہونے میں شک تھا، ان کو ختم کردیا۔" اب (حضرت) عثمان نے جن چیزوں کو تلف کردیا اگر وہ سب کی سب یا ان کا کچھ حصہ قرآن نہیں تھا تو (حضرت) عثمان پر کیا طعن ہوا؟"

مطلب علامہ نوری کا یہ ہے کہ شریف مرتضیٰ اور شیخ الطائفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لئے یہ واویلا کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے امت کو "مصحف امام" (یعنی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مرتب کیا تھا) پر جمع کردیا اور دیگر مصاحف کو تلف کردیا۔ سوال یہ ہے کہ ان مصاحف میں جن کو تلف کیا گیا "مصحف امام" کے علاوہ بھی کچھ قرآن تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کیا طعن ہوا؟ اور ان کو بلاوجہ بدنام کرنے کے کیا معنی؟ اور اگر ان مصاحف میں کچھ زائد قرآن بھی تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن تو بجا رہا مگر اس کے باوجود یہ دعویٰ کرنا کہ قرآن کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا، خالص جھوٹ اور تقیہ نہیں تو اور کیا

ہے؟ جو شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جامع القرآن پر طعن کرتا ہے وہ ایمان بالقرآن کا دعویٰ کیونکر کر سکتا ہے؟ اور جو شخص ایمان بالقرآن کے دعویٰ میں سچا ہو اس کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن کی کیا گنجائش ہے؟

بہر کیف خواہ ان چار شخصوں کا انکار از راہ تقیہ ہو یا نہ ہو، مگر جبکہ زائد از دو ہزار احادیث ائمہ معصومین کی ان کے قول کے خلاف ہیں اور ان کے موافق ایک ٹوٹی پھوٹی روایت بھی نہیں اور پھر اس پر طرہ یہ کہ اگر ان کی دلیل مان لی جائے تو مذہب شیعہ فنا ہو جاتا ہے، لہذا ان کا یہ انکار ہرگز از روئے مذہب شیعہ قابل اقتداء نہیں ہو سکتا، نہ اس کی بناء پر شیعوں کو منکر تحریف کہنا کسی طرح صحیح ہو سکتا ہے۔

کچھ منکرین تحریف کے دلائل کے بارے میں:

مذکورہ حضرات نے تحریف قرآن کا انکار تو کر دیا لیکن اپنے قول کی کوئی ایسی دلیل نہ پیش کر سکے جو مذہب شیعہ کے اصول کے مطابق ہو، نہ اپنی تائید میں ائمہ معصومین کی کوئی روایت لا سکے، نہ زائد از دو ہزار روایات تحریف کا کوئی جواب دے سکے، بلکہ انکار کی دھن میں وہ باتیں لکھ گئے جو خود ان کے مذہب کے لئے زہر قاتل ہیں اور جن سے مذہب شیعیت زمین

یوں ہو جاتی ہے۔ ذیل میں ان حضرات کے کچھ ارشادات ملاحظہ کیجئے:

چنانچہ "تفسیر مجمع البیان" کے فن خامس میں شریف مرتضٰی کا قول مذکور ہے کہ:

وذكر في مواضع ان العلم بصحة نقل القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث الكبار والوقائع العظام والكتب المشهورة واشعار العرب المسطورة، فان العناية اشتدت والدواعي توفرت على نقله وحراسته، وبلغت حدالم تبلغه فيما ذكرناه، لان القرآن معجزة النبوة ومأخذ العلوم الشرعية والأحكام الدينية، وعلماء المسلمين قد بلغوا في حفظه وحمايته الغاية حتى عرفوا كل شئ اختلف فيه من اعرابه وقراءته وحروفه، فكيف يجوز ان يكون معيرا ومنقوصا مع العناية الصادقة

والضبط الشديد......، وذكر ايضاً رضی الله
عنه ان القرآن كان على عهد رسول الله
مجموعا مؤلفا على ما هو عليه الآن واستدل
على ذلك بان القرآن كان يدرس ويحفظ
جميعه فى ذلك الزمان حتى عين على جماعة
من الصحابة فى حفظهم له وانه كان يعرض
على النبى صلى الله عليه واٰله ويتلى عليه
وان من الصحابة مثل عبدالله بن مسعود و
أبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على
النبى صلى الله عليه واٰله عدة ختمات وكل
ذلك يدل بأدنى تامل على انه كان مجموعا
مرتبا غير مبتور ولا مبثوث الخ.

(مجمع البیان، ص ۱۵، ج ۱، ط۔ شرکۃ المعارف الاسلامیہ)

ترجمہ:۔ اور شریف مرتضیٰ نے کئی مقامات پر ذکر کیا ہے کہ قرآن

کا صحت کے ساتھ منقول ہونے کا علم ایسا قطعی ہے جیسا شہروں کے وجود اور بڑے بڑے حادثوں اور واقعات اور مشہور کتابوں اور عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا علم، کیونکہ قرآن کے نقل و حفاظت کے اسباب بہت تھے اور اس کثرت کے ساتھ تھے کہ مذکورہ بالا چیزوں میں نہ تھے، کیونکہ قرآن معجزہ نبوت ہے اور علوم شرعیہ و احکام دینیہ کا مأخذ ہے۔ اور علمائے مسلمین قرآن کی حفاظت میں انتہاء تک پہنچ گئے ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن کے جس جس مقام میں اعراب اور قرأت اور حروف کا اختلاف ہے سب انہوں نے معلوم کرلیا ہے۔ پس باوجود ایسی سچی توجہ اور سخت توجہ کے کیونکر ممکن ہے کہ قرآن میں تغیر و تبدل اور کمی ہو جائے...... نیز شریف مرتضیٰ نے لکھا ہے کہ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ کے زمانہ میں مجموع و مرتب تھا، جیسا کہ وہ اب ہے اور اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ قرآن اس زمانہ میں پورا پڑھایا جاتا تھا اور حفظ کرایا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ صحابہؓ کی ایک جماعت حفظ قرآن میں نامزد کی گئی ہے اور قرآن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا جاتا تھا اور آپ کو پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔ اور یقیناً صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں مثل عبداللہ بن مسعود و ابی بن کعب (رضی اللہ عنہما) کے بہتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی کئی ختم قرآن کے سنائے تھے اور یہ سب باتیں ایک تھوڑے غور کے

ساتھ بتا رہی ہیں کہ بے شک قرآن مجموع و مرتب تھا، ٹکڑے ٹکڑے اور پراگندہ نہ تھا۔ الخ۔

فائدہ:

شریف مرتضی کہتے ہیں کہ قرآن کی حفاظت کے اسباب بہت تھے۔ قرآن معجزۂ نبوت اور ماخذ دین تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بڑے محافظ دین تھے۔ قرآن کی حفاظت میں بے انتہاء اور بے مثل کوشش کرتے تھے۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم مثل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کے پورے قرآن کے حافظ تھے اور آنحضرت ﷺ کو کئی کئی بار ختم سنا چکے تھے اور آپ ﷺ کے زمانہ میں لوگوں کو درس قرآن دیتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس بے مثل اہتمام اور کوشش کے سامنے قرآن میں تحریف ہو جانا محال ہے۔

حضرات شیعہ خصوصاً علی عبدی صاحب ایمان سے ارشاد فرمائیں کہ کیا واقعی شیعوں کا عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق یہی ہے جو شریف مرتضی نے بیان کیا؟ آیا مذہب شیعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسا ہی دیندار اور دین کا محافظ، قرآن کا نگہبان مانتا ہے؟

یقیناً شریف مرتضی کی یہ تقریر مذہب شیعہ کے بالکل خلاف ہے۔ شیعہ مذہب تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (نعوذ باللہ) دشمن دین کہتا ہے اور کہتا ہے کہ پورے قرآن کا حافظ سوائے ائمہ کے نہ کوئی تھا اور نہ ہو سکتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہرگز قرآن کے نگہبان نہ تھے اور کہتا ہے کہ رسول خدا ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کے محرف ہو جانے کے اسباب زیادہ تھے، نہ محفوظ رہنے کے، کیونکہ تمام صحابہ

رضی اللہ عنہ (نعوذ باللہ) دشمن دین تھے اور صاحب قوت وشوکت تھے۔ مومن صرف
چار یا پانچ تھے اور وہ ہر طرح سے عاجز اور کمزور بے دست و پا تھے۔

شریف مرتضیٰ کی یہ تقریر بالکل مذہب اہلسنت کے مطابق ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ فضائل اہل سنت کے عقیدہ کا حصہ ہیں نہ کہ شیعوں کا، اسی وجہ سے خود علمائے شیعہ نے شریف موصوف کے قول کو رد کیا ہے۔

(۱) چنانچہ علامہ محمد بن محسن کاشی تفسیر صافی میں شریف موصوف کے قول کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اقول لقائل ان يقول كما أن الدواعى كانت متوفرة على نقل القرآن وحراسته من المؤمنين كذلك كانت متوفرة على تغيره من المنافقين المبدلين للوصية المغيرين للخلافة لتضمنه مايضاد رأيهم والتغير فيه ان وقع فانما وقع قبل انتشاره فى البلدان واستقراره على ماهو عليه الآن والضبط الشديد إنما كان بعد ذلك فلاتنافى بينهما. ......الخ

(بحوالہ شیعہ سنی اختلافات، ص ۴۷۲)

ترجمہ:۔ میں کہتا ہوں کہ ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جس طرح قرآن کی حفاظت کے اسباب ایمان والوں کی طرف سے زیادہ تھے اسی طرح ان منافقوں کی طرف سے جنہوں نے وصیت رسول خدا کو بدل دیا خلافت کو متغیر کر دیا۔ قرآن کے محرف

ہو جانے کے اسباب زیادہ تھے، کیونکہ قرآن ان کی رائے کے

خلاف تھا اور قرآن میں اگر تحریف ہوئی ہے تو قبل اس کے کہ وہ

شہروں میں پھیلے اور حالت موجودہ پر قرار پکڑے، اور یہ سخت

حفاظت بعد اس کے ہوئی ہے، پس اس سخت حفاظت اور تحریف

قرآن میں کچھ منافات نہیں، الخ۔

(۲) علامہ خلیل قزوینی نے بھی "صافی شرح کافی" میں شریف مرتضیٰ کے

اس قول کو رد کیا ہے اور لکھا ہے:

دعویٰ اینکہ قرآن ہمیں است کہ در مصاحف مشہورہ

است خالی از اشکال نیست واستدلال بریں اہتمام اصحاب

واہل اسلام بضبط قرآن بغایت رکیک است بعد طلوع بر عمل ابی

بکر وعمر وعثمان۔

(بحوالہ شیعہ سنی اختلافات، ص ۲۷۵)

ترجمہ:۔ "اس بات کا دعویٰ کرنا کہ قرآن یہی ہے جو مصاحف

مشہورہ میں ہے، مشکل ہے اور اس پر صحابہ اور اہل اسلام کے

اہتمام سے جو انہوں نے حفاظت قرآن میں کیا، استدلال کرنا

نہایت کمزور ہے۔ بعد اس امر کے معلوم کر لینے کے کہ ابوبکر وعمر

وعثمان (رضی اللہ عنہم) نے کیا کیا کام کئے۔

لیجئے جناب شریف مرتضیٰ کا قول رد ہو گیا جو دلائل انہوں نے پیش کئے تھے،

وہ مذہب شیعہ کی رو سے بالکل غلط ثابت ہو گئے۔ خود علمائے شیعہ ہی ان کے مقابلے

کے لئے کھڑے ہو گئے، ہمیں مزاحمت کرنے کا موقع بھی نہ دیا۔

الم یجعل کیدھم فی تضلیل

اور علامہ نوری طبرسی نے فصل الخطاب میں بہت بسط کے ساتھ منکرین تحریف کے قول کو رد کیا ہے اور ان کے دلائل کو توڑا ہے۔ خاص کر شیخ صدوق کی تو بہت سی چوریاں پکڑی ہیں اور آخر میں صاف لکھ دیا ہے کہ تحریف کے انکار میں جو دلیل پیش کی جاتی ہے وہ مذہب شیعہ کے لئے سم قاتل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

قلت إنه لشدة حرصه على إثبات مذهبه يتعلق بكل مايحتمل فيه تأييد لمذهبه ولا يلتفت إلى لوازمه الفاسدة التي لايمكنه الالتزام به فان ماذكره من الشبهة هي الشبهة التي ذكرها المخالفون بعينها وأوردوها على أصحابنا المدعين لثبوت النص الجلي على امامة مولينا علي عليه السلام وأجابوا عنها بما لايبقى معه ريب وقد احياها بعد طول المدة غفلة اوتناسيا عماهو مذكور في كتب الإمامية

(فصل الخطاب ..... صفحہ نمبر ۳۳)

ترجمہ: "میں کہتا ہوں کہ صدوق اپنے مذہب کے ثابت کرنے کا اتنا حریص ہے کہ جس بات میں ذرا سا بھی احتمال اپنے مذہب کی تائید کا پاتا ہے اس کو لے لیتا ہے اور اس کے نتائج فاسدہ کی طرف توجہ نہیں کرتا کہ ان نتائج کو تسلیم کرنا اس کے امکان میں

نہیں، جو اعتراض اس نے تحریف قرآن پر کیا ہے بعینہ یہ وہی اعتراض ہے جو مخالفین ہمارے اصحاب پر حضرت علی کی امامت پر نص جلی موجود ہونے کے متعلق کیا کرتے ہیں اور ہمارے اصحاب نے ان کے اعتراض کا جواب ایسے عمدہ دلائل سے دیا ہے کہ پھر کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ مگر صدوق وغیرہ نے ایک زمانہ دراز کے بعد پھر اس اعتراض کو زندہ کر دیا اور جو کچھ کتب امامیہ میں لکھا ہے اس سے غفلت یا فراموشی اختیار کی۔"

واقعی علامہ نوری نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ اگر منکرین تحریف کی دلیل صحیح ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے کامل، ایماندار اور محافظ دین مان لئے جائیں کہ ان کی دینداری اور حفاظت دین کے بھروسہ پر قرآن میں تحریف کا ہونا محال ہو تو پھر خلافت کے معاملہ میں بھی ماننا پڑے گا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا ہوتا تو ناممکن تھا کہ ایسے دیندار اور دین کے جانثار حکم رسول ﷺ کے خلاف کسی دوسرے کو خلیفہ بناتے۔ اسی طرح "فدک" اگر واقعی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق ہوتا تو کبھی بھی یہ دیندار جماعت رسول ﷺ کی بیٹی کی حق تلفی نہ کرتی۔ غرض صحابہ رضی اللہ عنہم کے تمام مظالم کے افسانے بے بنیاد ہو جائیں گے۔

خلاصہ کلام:

الحمد للہ کہ یہ بحث پوری ہو چکی اور قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ اصلی مذہب شیعوں کا یہی ہے کہ قرآن شریف محرف ہے۔ کمی، بیشی، تغیر و تبدل الفاظ و حروف کا اور آیات و سور بلکہ کلمات کی ترتیب کا خراب ہونا، غرض ہر قسم کی تحریف اس میں ہے۔

جو شیعہ تحریف کا انکار کرتا ہے وہ تقیہ کر رہا ہے۔ عبدی صاحب اگر شیعوں کی پیشانی سے اس داغ کو مٹانا چاہتے ہیں تو ان کو تین کام کرنا لازم ہیں۔

اول یہ کہ زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی جو ان کی کتابوں میں ہیں، جن کو شیعہ محدثین متواتر مشہور کہتے ہیں، ان کے غیر معتبر ہونے کی کوئی ایسی معقول وجہ بیان کریں جو ان کے اصول حدیث کے مطابق ہو اور ان روایات کے غیر معتبر ہونے سے کوئی اثر ان کے فن حدیث پر خصوصاً روایات امامت پر نہ پڑنے پائے۔

دوم یہ کہ اپنی کتابوں سے کچھ معتبر حدیثیں ائمہ معصومین کی پیش کریں۔ جن میں اس مضمون کی تصریح ہو کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی۔ اگر کوئی صحیح روایت نہ دستیاب ہو تو کوئی ضعیف روایت ہی دکھلا دیں۔

سوم ایک فتویٰ تیار کریں کہ جو شخص تحریف قرآن کا قائل ہو وہ کافر ہے اور قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ان علماء و اکابر شیعہ کو، جو تحریف قرآن کے قائل تھے، جن میں اصحاب ائمہ و سفرائے امام غائب بھی ہیں کافر نہ سہی گمراہ تو لکھ دیں اور اس فتویٰ پر شیعہ علماء کی تصدیقی مہریں لگوا کر شائع کریں۔

"جناب سے امید ہے کہ انشاء اللہ قرآن کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے ہوئے یہ تینوں کام کر لیں گے۔ کیونکہ ان تینوں کاموں کو کئے بغیر صرف یہ کہہ دینا کہ ہم تحریف کے قائل نہیں ہیں، کسی طرح لائق سماعت نہیں ہو سکتا بلکہ بدیہیات کا انکار کرنا اور دن میں سورج کی روشنی سے آنکھیں چرانا ہے۔"

اہل سنت کے یہاں نہ تحریف کی کوئی روایت ہے نہ ان کا کوئی متنفس کبھی تحریف کا قائل ہوا

بحث سابق میں بیان ہو چکا کہ شیعوں کا قرآن شریف پر نہ ایمان ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور اس کی تین ناقابل تردید وجوہ بھی بیان ہو چکی ہیں، ان میں سے پہلی دو وجہوں کا گو مبحث تحریف سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن یہ دو وجہیں ایسی ہیں کہ اگر کتب شیعہ میں بالفرض کوئی روایت تحریف قرآن کی نہ ہوتی تو بھی یہ دونوں وجہیں بتا رہی ہیں کہ شیعوں کا ایمان قرآن پر نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں وجہوں میں باہم فرق یہ ہے کہ پہلی وجہ کے رو سے نہ صرف قرآن بلکہ دین کی ہر چیز مذہب شیعہ کی رو سے ناقابل اعتبار ہو گئی۔ قرآن خواہ خلفائے ثلثہ کا جمع کیا ہوا ہو خواہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جمع کیا ہوا ہو ہر حالت میں پہلی وجہ کی رو سے ناقابل اعتبار ہو گیا اور دوسری وجہ صرف قرآن کے ناقابل اعتبار ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ بھی اس صورت میں جب کہ قرآن کے جامع خلفائے ثلثہ کو کہا جائے جیسا کہ شیعوں کو مسلم ہے ان وجوہ میں سے صرف تیسری وجہ کا تعلق بحث تحریف سے ہے۔

پہلی دونوں وجہوں کا کوئی جواب نہ کبھی کسی شیعہ نے اب تک دیا ہے نہ ہی کوئی شیعہ دے سکتا ہے۔

صرف تیسری وجہ کے جواب میں سنیوں پر افتراء کرتے ہوئے شیعہ کہہ اٹھتے ہیں کہ صاحبو! روایات تحریف سنیوں کے یہاں بھی ہیں اور بعض بے باک شیعہ تو اتنے تک کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے ہاں تحریف کی کوئی روایت نہیں ہے، یہ ہمارے

اوپر الزام ہے اور یوں اپنے آپ کو اس آیت کریمہ کا مصداق بنا دیتے ہیں۔

ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم به بریئا فقد احتمل بھتانا واثما مبینا (سورۃ النساء)

ترجمہ:......اور جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگادے سو اس نے تو بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لادا۔

لہذا اب ہم بعونہ تعالیٰ اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ سنیوں کے یہاں ہر گز کوئی روایت تحریف قرآن کی نہیں ہے اور نہ کوئی سنی کبھی تحریف کا قائل ہوا نہ ہو سکتا ہے مذہب اہل سنت میں جو شخص تحریف قرآن کا قائل ہو وہ قطعاً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

شیعوں کو اس موقع پر لازم یہ تھا کہ جس طرح ہم نے ان کی معتبر کتابوں سے تحریف قرآن کی روایتیں تین اقراروں کے ساتھ نقل کر دیں اسی طرح وہ بھی ہماری معتبر کتابوں کی روایتیں پیش کر کے ہمارے علماء کا اقرار دکھائے کہ یہ روایات متواتر ہیں اور یہ کہ یہ روایات تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ انہی روایات کے مطابق سنی تحریف کے معتقد ہیں مگر بفضلہ تعالیٰ کسی شیعہ مجتہد نے ایسا نہ کیا نہ کر سکتا ہے۔ البتہ تلبیس سے کام لیتے ہوئے بسا اوقات کوئی صرف روایت ان تینوں اقراروں کے بغیر نقل کر کے اس کا غلط مقصد اپنی طرف سے بیان کر کے کہہ دیتا ہے کہ تحریف ثابت ہو گئی۔

(آمدم برسر مطلب)

کسی شیعہ کی اب تک جرأت نہیں ہوئی کہ اہل سنت کو معتقد تحریف کہتا، بڑوں بڑوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ اہل سنت کا ایمان قرآن شریف پر ایسا پختہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید کو محرف کہے اہل سنت اس کو کافر جانتے ہیں حتیٰ کہ شیعوں کے امام المناظرین مولوی حامد حسین "استقصاء الافحام" جلد اول صفحہ نمبر ۹ پر لکھتے ہیں:

"مصحف عثمانی کہ اہل سنت آنرا قرآن کامل اعتقاد کنند و معتقد نقصان آنرا ناقص الایمان بلکہ خارج از اسلام پندارند"

ترجمہ:...... "مصحف عثمانی کہ جس کو اہل سنت "قرآن کامل" اعتقاد کرتے ہیں اور جو شخص اس کے نقصان کا قائل ہو اس کو ناقص الایمان بلکہ خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔"

ف:...... اس عبارت میں جناب حامد حسین صاحب نے دو باتوں کا صاف صاف اقرار کیا ہے۔ ایک یہ کہ اہل سنت کے عقیدہ میں یہ قرآن کامل ہے اور ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے۔ دوم یہ کہ جو لوگ تحریف فی القرآن کے قائل ہیں وہ اہل سنت کے نزدیک خارج از اسلام ہیں۔

مگر جناب علی عبدی صاحب نے انتہائی دلیری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے سابقین سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر سنیوں کو معتقد تحریف قرار دینے کی سعی لاحاصل میں طبع آزمائی کی ہے لیکن ہمارے ہاں تحریف ثابت کرنے کے لئے جو عبارتیں انہوں نے ہماری کتابوں سے نقل کی ہے ان میں جناب کو طرح طرح کی خیانتیں کرنی پڑی ہیں مگر افسوس یہ کہ خیانت کرنے پر بھی ان کا کام نہ بنا عنقریب انشاء اللہ واضح

ہوجائے گا۔ لیکن ان کی خیانتوں کو واضح کرنے اور ان کے اعتراضات کے جواب دینے سے پہلے چند اہم نکتے ملاحظہ ہوں۔

(یاد رکھنے کی باتیں)

(۱)......سب سے پہلی بات جو یاد رکھنے کی ہے وہ یہ ہے۔ کہ اہل سنت کی وہ روایتیں جن کو یہ دھوکہ دینے والے تحریف کی روایتیں کہتے ہیں وہ نسخ کی اور اختلاف قرأت کی روایتیں ہیں جیسا کہ علماء اہل سنت نے تصریح کی ہے ایک عالم نے بھی ان روایات سے تحریف کو نہیں سمجھا اور نہ سمجھ سکتا ہے، اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود شیعہ علماء نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ یہ روایات نسخ کی ہیں نہ کے تحریف کی ۔(جیسا کہ نسخ کے بحث میں علامہ طبرسی وغیرہ شیعہ علماء کے اقوال گذر گئے) عنقریب انشاءہ ہر ہر روایت کو نقل کر کے یہ بات روز روشن کی طرح واضح کریں گے:

بخلاف اس کے شیعوں کی روایات صراحتاً تحریف قرآن کو بیان کر رہی ہیں کہ سوائے تحریف کے نسخ یا اختلاف قرأت پر وہ کسی طرح محمول نہیں ہوسکتیں۔ چنانچہ خود شیعہ علماء نے بھی اس کا اقرار کیا اور وہ اقرار اوپر نقل ہو چکا ہے۔

(۲)...... اہل سنت کی یہ روایتیں اخبار آحاد ہیں متواتر نہیں ہیں بلکہ ان روایات میں سے اکثر کے صحیح ہونے میں بھی کلام ہے۔ لہذا بالفرض محال اگر یہ روایتیں تحریف پر دلالت بھی کرتیں تو اہل سنت کے نزدیک قابل اعتبار نہ ہوتیں کیونکہ قرآن شریف متواتر ہے اور غیر متواتر چیز متواتر کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ عقیدہ کی بنیاد بن سکتی ہے بخلاف اس کے شیعوں کی روایات تحریف متواتر ہیں۔ ان کے متواتر ہونے کا اور زائد از دو ہزار ہونے کا علماء شیعہ نے برملا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ اوپر منقول ہوا۔

(۳)......اہل سنت کے یہاں تحریف قرآن کا ناممکن ومحال ہونا خود قرآن سے اور متواتر حدیثوں اور اجماع متواتر سے ثابت ہے لہذا بالفرض والتقدیر اگر کوئی روایت تحریف قرآن کی کتب اہل سنت میں معاذ اللہ ثابت بھی ہوتی تو قطعاً واجب الرد ہوتی بخلاف اس کے شیعوں کے یہاں تحریف قرآن کا ناممکن ہونا نہ قرآن سے ثابت ہے نہ متواتر وغیر متواتر کسی قسم کی حدیث سے نہ ان کے اجماع سے بلکہ تحریف قرآن کا وقوع ان کے نزدیک قرآن سے اور متواتر حدیث سے اور اجماع سے ثابت ہے لہذا بالفرض اگر کوئی روایت عدم تحریف قرآن کی ان کی کتب میں موجود بھی ہے تو وہ قطعاً واجب الرد ہے۔

(۴)......اہل سنت کی جن روایتوں کو یہ فریب دینے والے تحریف کی روایتیں کہتے ہیں ان روایتوں میں رسول خدا ﷺ کا قول نہیں بیان کیا گیا اور اہل سنت کے مذہب میں سوا رسول کے اور کوئی معصوم نہیں لہذا یہ روایتیں بالفرض والمحال تحریف قرآن پر دلالت بھی کرتیں اور بالفرض متواتر بھی ہوتیں تو بھی لائق اعتبار نہ ہوتیں کیونکہ غیر معصوم سے غلط فہمی سہو ونسیان وخطائے اجتہادی وغیر اجتہادی ہر طرح ممکن ہے۔

بخلاف اس کے شیعوں کی روایات تحریف میں ائمہ معصومین کے اقوال ہیں جو ان کے زعم باطل میں مثل پیغمبر کے معصوم وواجب التعظیم ہیں۔

(۵)......اہل سنت تحریف قرآن کے معتقد نہیں ہیں بلکہ معتقد تحریف کو قطعی کافر جانتے ہیں لہذا بالفرض ہزاروں روایتیں بھی تحریف کی ہوتیں تو بھی یہ نہ کہہ سکتا کہ ان کے مذہب کی رو سے قرآن محرف ہے بخلاف اس کے شیعہ تحریف قرآن کے معتقد ہیں معتقدین تحریف کو کافر کہنا کجا ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں لہذا یہ کہنا درست ہے

کہ ان کے مذہب کی رو سے قرآن محرف ہے۔

ان پانچ باتوں کے سمجھ لینے کے بعد جو نہایت پختہ اور اصولی باتیں ہیں کوئی بیوقوف بھی کسی کے فریب میں نہیں آ سکتا اور اچھی طرح معلوم کر سکتا ہے کہ بحث تحریف میں شیعوں کو معارضہ بالمثل کی ہوس سوا ذلت و رسوائی کے اور کچھ نتیجہ نہیں دے سکتی۔ سچ ہے ع

(ملال آورد ارزوے محال)

(ماخوذ از تنبیہ الحائرین ص ۵۲ تا ۵۷)

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ تو صاف واضح ہے کہ جس قوم کی ابتداء ہی عداوت قرآن سے ہوئی، اور جس قوم نے جامعین قرآن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافر اور مرتد کہا جو کہ دین کے اساس اور بنیاد ہیں، اور جس قوم کی زبان اور قلم سے صحابہ کی عزت محفوظ نہ رہ سکیں اور جنہوں نے دین اسلام کے پہاڑوں (صحابہؓ) کو ہلانے کی ناکام کوشش کی ان کے زبانوں سے متبعین صحابہؓ اہل سنت کیسے محفوظ رہیں گے، یہ شروع سے چلتا آ رہا ہے کہ ہمیشہ اعداء قرآن نے محبین قرآن پر بے جا الزامات لگائے ہیں اور لگا رہے ہیں ان ہی الزامات اور بہتانوں اور غلط بیانیوں کا ایک نمونہ جناب علی عبدی صاحب کی طرف سے ہمارے سامنے موجود ہے جس میں انہوں نے خادمین قرآن و سنت کو اپنے ساتھ اعداء قرآن کے صف میں کھڑا کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ (اللھم احفظنا منہم)

ذیل میں ان کے اعتراضات کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

(ج ا،۲) اہل سنت والجماعت کے عقائد چونکہ محکم دلائل سے ثابت ہیں اس لئے انہیں مجروح کرنا آسان نہیں۔ وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ہمارے عقائد میں نہ کوئی تضاد ہے اور نہ کہیں جھول ہے ہر اینٹ اپنی جگہ پر شریعت کی خوبصورتی کا ذریعہ ہے برخلاف دیگر اقوام و مذاہب کے جن کے عقائد کی بناء تاریخی عوامل، وقتی مصالح، اور کمزور و من گھڑت روایات پر ہے اس لئے معمولی تدبر سے ان کی کتب جھوٹ اور تضادات کا پلندہ معلوم ہوتی ہیں۔

قارئین نے پچھلے سطور میں ملاحظہ کیا ہوگا کہ شیعہ محققین کی کتب کس طرح تحریف قرآن کے عقیدہ سے اٹی پڑی ہیں۔

واضح رہے کہ اہل سنت والجماعت پر تحریف قران کا الزام ثابت کرنے کے لئے کسی اخبار و رسالہ کی عبارت ہر گز قابل سماعت نہیں ہے، اعتراض نمبر ا اور نمبر ۲ جس رسالے سے نقل کیے گئے ہیں، یہ رسالہ پتہ نہیں کس کا ہے اور کہاں ہے اس کا مصنف کون ہے اور کیسا شخص ہے تقویٰ و دیانت کے کس درجے پر ہے اور علمیت کس قدر ہے۔ لہذا اس قسم کی عبارات کے جواب دینے سے ہم معذرت خواہ ہیں، کوئی کسی معتبر کتاب سے ہمارا عقیدہ تحریف دکھا دے۔ تو ہمیں قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا، اسکا جواب بھی ہم پر لازم ہوگا۔

(س نمبر ۳) ...... قرآن میں لفظی تحریف کی گئی ہے۔ (فیض الباری)

(جواب) فیض الباری کے اس جملہ کا جواب ہمارے اکابرین نے کئی دفعہ دیا ہے لیکن سمجھنے کی ضرورت ہے اب دوبارہ جناب کے اطمینان کے لئے ہم عرض کر دیتے ہیں۔ ع

شاید کہ سمجھ میں تیری
آئے میری بات۔

بخاری شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۶۹ (ایچ ایم سعید کمپنی) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے:

......وقد حدثكم الله ان اهل الكتاب بدلوا ما كتب الله وغيروا بأيديهم الكتاب......

ترجمہ:...... "اللہ تعالیٰ نے تم مسلمانوں کو بتادیا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے نوشتہ کو بدل ڈالا، اور کتاب میں اپنے ہاتھوں سے تبدیلی پیدا کردی ہے۔"

تو حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی تشریح میں تین مذاہب بیان فرماتے ہیں کہ سابقہ کتب میں تحریف واقع ہونے کے بارے میں یہ مذاہب ہیں اور آخر میں اپنا فیصلہ بھی سنایا ہے اور اپنے قول سے پہلے مذہب والوں کی تائید فرمائی ہے، تحریف قرآن کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے چنانچہ فیض الباری میں ہے۔

واعلم أن في التحريف ثلاثة مذاهب: ذهب جماعة الى أن التحريف في الكتب السماوية قد وقع بكل نحو في اللفظ والمعنى جميعا، وهو الذي مال اليه ابن حزم وذهب جماعة الى ان التحريف قليل، ولعل الحافظ ابن تيميه جنح اليه وذهب جماعة إلى انكار التحريف اللفظي رأسا، فالتحريف عندهم كله معنوي، قلت: يلزم على هذا المذهب أن يكون القرآن ايضا

محرفاً، فان التحريف المعنوی غير قليل فيه ايضاً، والذی تحقق عندی ان التحريف فيه لفظی ايضاً، اما انه عن عمد منهم اولمغلطة، فالله تعالیٰ اعلم به.

(فیض الباری علی صحیح البخاری، مذاہب العلماء فی التحریف، ۳/۳۹۵، ط: المجلس العلمی ہند)

ترجمہ:...... جاننا چاہئے کہ کتب سماویہ سابقہ میں تحریف ہونے کے بارے میں تین مذہب ہیں (۱) ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ کتب سماویہ میں ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے لفظی بھی معنوی بھی، ابن حزم اسی کی طرف مائل ہیں، (۲) ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تحریف قلیل ہے، شاید حافظ ابن تیمیہ کا رجحان اسی طرف ہے، (۳) اور ایک تحریف لفظی سے سرے سے منکر ہے، پس تحریف ان کے نزدیک سب کے سب معنوی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس (آخری) مذہب پر لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) قرآن بھی محرف ہو کیونکہ تحریف معنوی قرآن میں بھی کچھ کم نہیں کی گئی (کتب شیعہ بھری پڑی ہیں)

(آخر میں حضرت پہلے مذہب کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اور جو چیز کہ میرے نزدیک محقق ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ان میں یعنی (سابقہ کتب سماویہ میں) تحریف لفظی بھی ہوئی ہے یا تو انہوں نے جان بوجھ کر کی یا غلطی کی وجہ سے؟ پس اللہ تعالیٰ ہی اس کو بہتر جانتے ہیں۔

یہ تھی حضرت شاہ صاحب کی پوری عبارت اور اس کا ترجمہ، اب دو باتوں پر غور فرمائیے!

اول:...... یہ کہ حضرت ابن عباسؓ کے ارشاد میں اہل کتاب کا اپنی کتاب میں تحریف کردینا مذکور تھا حضرت شاہ صاحب نے اس سلسلہ میں تین مذہب نقل کیے ایک یہ کہ اہل کتاب کی کتب میں تحریف بکثرت ہوئی ہے لفظی بھی اور معنوی بھی۔ دوم یہ کہ تحریف ہے تو سہی مگر کم ہے، سوم یہ کہ تحریف لفظی سرے سے ہوئی نہیں صرف تحریف معنوی ہوئی ہے، حضرت شاہ صاحبؒ ان تین اقوال کو نقل کرکے اپنا محققانہ فیصلہ صادر فرماتے کہ اہل کتاب کی کتب میں تحریف لفظی موجود ہے۔

اب رہا یہ کہ یہ تحریف انہوں نے جان بوجھ کر کی ہے یا غلطی سے صادر ہوئی ہے؟ اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

الغرض گفتگو تمام تر اس میں ہے کہ اہل کتاب کی کتب میں تحریف لفظی ہوئی ہے یا نہیں، اگر ہوئی ہے تو قلیل ہے یا کثیر؟ اسی کے بارے میں تین مذاہب ذکر فرمائے ہیں اور اسی تحریف فی کتب اہل الکتاب کے بارے میں اپنا محققانہ فیصلہ صادر فرمایا ہے، قرآن کریم کی تحریف لفظی کا دور ونزدیک کہیں تذکرہ ہی نہیں کہ اس کے بارے میں حضرت شاہ صاحب یہ فرمائیں کہ "جو چیز کہ میرے نزدیک محقق ہوئی ہے وہ یہ کہ اس میں تحریف لفظی موجود ہے۔"

دوم:...... شاہ صاحبؒ نے تیسرا قول یہ نقل کیا تھا کہ کتب سابقہ میں صرف تحریف معنوی ہوئی ہے۔ تحریف لفظی نہیں ہوئی، حضرت شاہ صاحبؒ اس کو غلط قرار دیتے ہوئے ان قائلین تحریف معنوی کو الزام دیتے ہیں کہ اگر صرف تحریف معنوی کی وجہ سے ان

کتب کو محرف قرار دیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ قرآن کریم کو بھی محرف کہا جائے (نعوذ باللہ) کیونکہ اس میں بھی بہت سارے بے دین لوگوں نے تحریف معنوی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، (۱)(کتب شیعہ تحریف معنوی سے بھرپور ہیں) اس سے دو باتیں صاف طور پر واضح ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کریم کی تحریف معنوی کے ساتھ اس مذہب والوں کو الزام دینا اس امر کی دلیل ہے کہ قرآن میں تحریف لفظی کا کوئی بھی قائل نہیں، دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے کہ اگر حضرت شاہ صاحب نعوذ باللہ

---

(۱) بطور نمونہ کتب شیعہ سے تحریف معنوی کی چند مثالیں ملاحظہ ہو:

علامہ ابوالحسن شریف اپنی کتاب ''مرآۃ الانوار'' میں لکھتے ہیں کہ

۱: وقال اللہ لا تتخذوا الٰہین اثنین انما ھو الٰہ واحد (سورۃ النحل: ۵۱)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دو امام نہ بناؤ، امام تو بس ایک ہی ہے (مرآۃ الانوار ص ۵۷) گویا اس آیت میں ''الٰہ'' سے مراد امام ہے۔

۲: ءالٰہ مع اللہ بل اکثرھم لا یعلمون (سورۃ النمل: ۶۱)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ کیا ایک وقت میں امام ہدایت کے ساتھ امام ضلالت ہو سکتا ہے گویا الٰہ سے امام مراد ہے (نعوذ باللہ) (مرآۃ الانوار: ۵۷)

۳: وسقاھم ربھم شرابا طھورا (الدھر: ۲۱)

یہاں رب سے حضرت علیؓ مراد ہے یعنی علیؓ شراب پلائیں گے۔ (مرآۃ ص ۵۹)

۴: واذا قیل لھم ارکعوا لا یرکعون (سورۃ المرسلات: ۴۸)

یعنی جب ان سے کہا جائے کہ علیؓ کو امام بناؤ تو نہیں بناتے۔ (مرآۃ ص ۱۶۶)

۵: وانزلنا الیکم نورا مبینا (سورۃ الاعراف: ۱۵۸)

آیت میں ''نور مبین'' سے مراد علیؓ ہیں اسی طرح جن جن آیات میں ''نور'' کا لفظ آیا ہے ان سے ''امام'' یا ''ولایت امام'' مراد ہے (مرآۃ الانوار ص ۳۱۵)

قرآن کریم کی تحریف لفظی کے قائل ہوتے تو صرف تیسرے مذہب والوں کو الزام نہ دیتے، بلکہ پہلے اور دوسرے مذہب والوں کو بھی یہی الزام عائد کرتے، مزید اطمینان کے لئے حضرت شاہ صاحب کی کتاب "مشکلات القرآن" کا مقدمہ ملاحظہ فرمالیا جائے۔

فیض الباری ہی میں انکی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضرتؒ نے لکھا ہے:

والذی ینبغی فیہ النظر ھھنا انہ کیف ساغ لا بن عباس رضی اللہ عنھما انکار التحریف اللفظی، مع ان شاھد الوجود یخالفہ، کیف! وقدنعی علیھم القرآن انھم کانوا یکتبون بایدیھم، ثم یقولون "ھو من عنداللہ وما ھو من عنداللہ" وھل ھذا الا تحریف لفظی، ولعل مرادہ انھم ما کانوا یحرفونھا قصداً ولکن سلفھم کانوا یکتبون مرادھا، کما فھموہ، ثم کان خلفھم یدخلونہ فی نفس التوراۃ، فکان التفسیر یختلط بالتوراۃ من ھذا الطریق.

(فیض الباری ۳ ر ۵۳۷ ،ط: مجلس علمی ہند)

ترجمہ...... یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے (کتب سابقہ) میں تحریف لفظی نہ ہونے کا قول کس بنا پر کیا ہے، حالانکہ شواہد اس کے خلاف ہیں۔ پھر تحریف لفظی نہ ہونے کا قول کیونکر ممکن ہے، جب کہ قرآن مجید نے ان کے اس فعل قبیح کو ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ "یہ

اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے" اور

یہی تو تحریف ہے......الی آخرہ۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ تحریف لفظی تورات وغیرہ کتابوں میں ہوئی ہے

نہ کہ قرآن کریم میں۔

جناب علی عبدی صاحب کھلے ذہن کے ساتھ اس تحریر کو بغور پڑھیے اور شاہ

صاحبؒ کی عبارت کو سمجھ کر اپنے الزام سے توبہ کریں۔

(س نمبر ۴):......(آیت رجم موجودہ قرآن میں نہیں ہے؟)

(ج) آیت رجم کا باقی الحکم اور منسوخ التلاوت ہونا فریقین اہل سنت

اور شیعہ دونوں کو مسلم ہے، جناب علی عبدی صاحب کو تو اپنی کتابوں سے بھی واقفیت

نہیں ہے دیکھئے شیعہ کی کتاب "تفسیر مجمع البیان" جلد اول ص ۱۸۰ پر ہے۔

والنسخ فی القرآن علی ضروب......منها مایرتفع اللفظ ویثبت الحکم کآیة الرجم فقد قیل انها کانت منزلة فرفع لفظها وقد جاء ت اخبار کثیرة بان اشیاء کانت فی القرآن فنسخ تلاوتها......

ترجمہ:......نسخ قرآن میں کئی قسم کا ہوا ہے......از آں جملہ یہ کہ آیت کی تلاوت منسوخ ہو جائے مگر حکم باقی رہے جیسے آیت رجم میں پس تحقیق بیان کیا گیا ہے کہ آیت رجم نازل ہوئی تھی پھر تلاوت اس کی منسوخ ہو گئی، اور تحقیق بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں کہ کچھ آیتیں قرآن میں ایسی تھیں جن کی تلاوت

منسوخ ہو گئی......

اسی طرح اہل سنت کی کتاب "تفسیر اتقان" میں آیت الرجم کو نسخ کی تیسری قسم "ما نسخ تلاوته دون حکمه" کے تحت ذکر کیا ہے (اتقان ۲۱/۲۲، ط: مکتبہ مصطفیٰ البابی مصر) اور اہل سنت کی کتاب نور الانوار میں بھی منسوخ التلاوت کی مثال میں آیت رجم کو ذکر کیا ہے۔

جناب علی عبدی صاحب تحریف قران کے ساتھ اس عبارت کا کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں آپ کو صرف اعتراض کرنے کا شوق ہے حقیقت میں آپ کو اپنی کتابوں سے بھی آشنائی نہیں۔

(س نمبر ۵): (صحابہ کی رائے کے خلاف اگر کوئی آیت ہو...... الخ؟)

(جواب:۔) ہماری تفسیر اتقان کے ج ۲ص ۲۶ پر یہ اصول موجود ہے:

وغیر جائز نسخ شئ من القرآن بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ:...... اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کے کسی آیت کا منسوخ ہونا بھی جائز نہیں ہے۔ تو جب ہمارا اصول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد نسخ بالکل محال ہے۔ کیونکہ نسخ خداوند تعالیٰ خود فرماتے ہیں اور جس کا حکم اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی طرف بذریعہ وحی بھیجتا ہے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ حق نسخ کسی کو کس طرح پہنچ سکتا ہے؟ اس لئے آپ ﷺ کی وفات کے بعد کوئی شخص یا کوئی

جماعت قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ جب ہمارا اصول یہ ہے تو
کب ہم صحابہ کے قول سے قرآن کو نسخ کر سکتے ہیں۔

(اصول کرخی کی اصل عبارت اور اس کا مقصد)

اصول کرخی میں ہے۔

۲۹. الاصل ان کل آیة تخالف قول اصحابنا فانها
تحمل علی النسخ او علی الترجیح...... الخ.

(اصول الکرخی ص ۱۸ از مجموعہ قواعد الفقہ)

ترجمہ:...... ہر وہ آیت جو ہمارے ائمہ احناف کے قول کے
خلاف ہو تو اس کو نسخ پر محمول کیا جائے گا یا ترجیح پر الخ۔

جناب علی عبدی صاحب یہ آپ کی جہالت کی واضح دلیل ہے کہ آپ نے اصول کرخی کی اس عبارت سے ہمارا مذہب یہ سمجھ لیا ہے کہ اہل سنت صحابہ کے قول سے قرآن کو نسخ کر دیتے ہیں اور یہ بھی جناب کا جہل مرکب ہے کہ اصول کرخی کی عبارت میں "اصحابنا" سے حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ مراد سمجھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہاں "اصحابنا" سے مراد ائمہ حنفیہ ہیں نہ کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ۔

اصول کرخی کی اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی مقلد کے سامنے اپنے ائمہ مجتہدین کا کوئی ایسا قول پیش آ جائے جو بظاہر کسی آیت کے مخالف نظر آوے تو اس مقلد کو جب کہ یہ اطمینان اور یقین ہے کہ اس کے ائمہ مجتہدین قرآن اور حدیث کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکتے بلکہ ان کے تمام تر مسائل قرآن اور حدیث پر مبنی ہیں تو اب وہ یہ اعتقاد کریں کہ جب ائمہ کا قول کسی آیت کے ظاہری مفہوم کے مخالف ہے تو

ان ائمہ کو اس آیت کی ناسخ کوئی دوسری آیت یا حدیث صحیح معلوم ہوگی، اس لئے انہوں نے اس آیت کے خلاف یہ حکم صحیح اور مسئلہ بیان کیا ہے۔ کیونکہ یہ آیت منسوخ تھی، اور دوسری آیت میں بیان کردہ مسئلہ ثابت تھا جس کا اس وقت تک اس مقلد کو علم حاصل نہیں ہو سکا۔

اس اصول کرخی کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ جو آیت کسی صحابی کے قول کے خلاف ہو بس اس آیت کو منسوخ کردو بوجہ صحابہ کے قول کے۔ علی عبدی صاحب آپ یا تو دھوکہ اور فریب بازی کی عادت سے مجبور ہیں یا بوجہ جہالت اس کا مطلب نہیں سمجھتے۔

(س نمبر ۶):......سورۃ الحمد میں عمر ابن خطاب غیر الضالین پڑھتے تھے۔

(جواب :۔) جناب علی عبدی صاحب مقولہ مشہور ہے کہ "المعترض کالاعمیٰ" یعنی معترض اندھے کی طرح ہوتا ہے یعنی اس کو بس صرف اعتراض کرنے کا شوق ہوتا ہے باقی یہ خبر نہیں ہوتی کہ یہ اعتراض بن بھی سکتا ہے کہ نہیں، اپ کو بھی میرے خیال میں یہی عذر لاحق ہے کیونکہ خود آپ کی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ اختلاف قراءات میں سے ہے، تحریف قرآن کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں چنانچہ آپ کے شیخ طبرسی کی تفسیر مجمع البیان میں ہے۔

> وقرأ صراط من انعمت عليهم عمر بن الخطاب وعمرو بن عبد الله الزبيرى وروى ذلك عن اهل البيت عليهم السلام...... وقرأ غير الضالين عمر بن الخطاب وروى ذلك عن علي عليه السلام.

(مجمع البیان ۲۸/۱، ط: شرکۃ المعارف الاسلامیہ)

ترجمہ:۔۔۔۔۔۔اور عمرؓ بن خطاب اور عمرو بن عبداللہ الزبیری نے

"صراط من انعمت علیہم" پڑھا اور یہی اہل بیت علیہم السلام سے

مروی ہے۔۔۔۔۔۔ اور عمر بن خطاب نے "غیر الضالین" پڑھا او

ریہی علی علیہ السلام سے روایت ہے۔

اور علامہ نوری نے فصل الخطاب میں ص ۲۵۳ پر آپ کے ائمہ معصومین اور

اہل بیت سے ایک درجن سے زیادہ روایتیں اس کے متعلق نقل کی ہیں۔

(س نمبر ۷):۔۔۔۔۔۔ عائشہ کہتی ہے کہ رجم اور رضاعت کی آیت۔۔۔۔۔۔ الخ؟

(جواب:۔) علی عبدی صاحب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے قرآن کا خدا محافظ

ہے جیسا کہ فرمایا۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ○ (سورۃ الحجر)

ہم نے ہی قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اور فرمایا۔

لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ.

ترجمہ:۔۔۔۔۔۔ باطل اس کے پاس نہ سامنے سے آسکتا ہے اور نہ

پیچھے سے۔

اور ہمارا قرآن صرف کاغذوں میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

بل ھو ایٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم. (سورۃ العنکبوت)

ترجمہ:...... بلکہ یہ آیات بینات ہیں جو سمجھ والوں کے سینوں میں موجود ہیں۔

تو رجم کی آیت جیسا کہ جواب نمبر ۲ میں گذر گیا منسوخ التلاوت ہے اس وجہ سے قرآن میں درج نہیں ہے نہ اس لئے کہ اس کو بکری کھا گئی۔

اسی طرح عشر رضعات والی آیت بھی منسوخ ہے اگر آپ اسی ابن ماجہ میں کچھ آگے پیچھے نظر ڈالتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ حقیقت کیا ہے اور انشاء اللہ آپ کو اعتراض کا موقع نہ ملتا۔

چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ہے:

عن عائشة رضي الله عنها قالت كان فيما انزل الله من القرآن ثم سقط، لا يحرم الا عشر رضعات او خمس معلومات

(ابن ماجہ، باب لاتحرم المصة والمصتان، ۱۷۱/۳، ط: دار الجلیل بیروت)

ترجمہ:...... "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ "لا يحرم الا عشر رضعات او خمس معلومات" قرآن میں نازل ہوئی تھی پھر منسوخ ہو گئی۔"

"ثم سقط" کا معنی ابن ماجہ ہی کے حاشیہ میں "ثم نسخ" کیا گیا ہے اور مشکوۃ شریف میں حضرت عائشہ ہی سے نسخ کی روایت صراحتاً منقول ہے:

عن عائشه رضى الله تعالى عنها قالت كان فيما انزل من القرآن عشر رضعات معلومات يحرمن ثم

نسخن. (مشکوۃ)

ترجمہ:...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قرآن میں "عشر رضعات معلومات یحرمن" نازل ہوئی تھی پھر منسوخ کردی گئی۔

تو معلوم ہوا کہ عشر رضعات کا قرآن میں درج نہ ہونا بوجہ نسخ کے ہے، نہ اس لئے کہ اس کو بکری کھا گئی کیونکہ اگر یہ آیات حضرت عائشہؓ کے نزدیک قرآن کا جزء ہوتیں تو وہ کم از کم ان کو تو یاد ہوتیں، اور وہ ان کو قرآن کریم کے نسخوں میں درج کراتیں لیکن انہوں نے ساری عمر ایسی کوشش نہیں کی، اس سے صاف واضح ہے کہ خود حضرت عائشہؓ کے نزدیک یہ آیات محض علمی یادگار کی حیثیت رکھتی تھیں، اور قرآن کریم کی دوسری آیات کی طرح اس کو مصحف میں درج کرانے کا کوئی اہتمام ان کے پیش نظر بھی نہیں تھا۔

لہٰذا عبدی صاحب! اگر منسوخ چیزوں کو بکری کھا گئی تو اہل سنت کے قرآن میں کون سا نقص آ گیا۔ بلکہ بالفرض اگر غیر منسوخ قرآن کے ورقوں کو بھی کوئی بکری یا دشمن قرآن کھا جائے تو اہل سنت کے سینے خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرآن کو محفوظ کرنے کے لئے موجود ہیں۔

(س نمبر ۸):...... عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ آیت عشر رضعات معلومات الخ؟)

(جواب:۔) جواب سے قبل یہ واضح ہو کہ عبدی صاحب نے شیعوں کی پرانی عادت (دھوکہ دہی) سے مجبور ہو کر جگہ جگہ ہماری کتابوں کے حوالہ جات میں تحریف کرتے

ہوئے ''جواب نہیں ہے'' کا جملہ اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے اور اس کے بعد کتاب کا صفحہ نمبر، جلد نمبر لکھا ہے جس سے عبارت کا مفہوم بگڑ جاتا ہے اور تحریف کا شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ فتدبر۔

''عشر رضعات'' والی آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں جواب نمبر ۲ میں تفصیل گذر چکی ہے مزید وضاحت کے لئے ہماری کتاب تفسیر اتقان کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

الرابعة النسخ فی القرآن علی ثلاثة اضرب احدها مانسخ تلاوته وحکمه معا قالت عائشة کان فیما انزل عشر رضعات معلومات فنسخن بخمس معلومات فتوفی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهن مما یقرأ من القرآن رواه الشیخان وقد تکلموا فی قولها وهن مما یقرأ من القرآن فان ظاهره بقاء التلاوة ولیس کذلک۔

واجیب بان المراد قارب الوفاة أو ان التلاوة نسخت ایضا ولم یبلغ ذلک کل الناس الا بعدوفاة رسول الله صلی الله علیه وسلم فتوفی وبعض الناس یقرؤنها وقال أبو موسیٰ الا شعری نزلت ثم دفعت وقال مکی هذا المثال فیه المنسوخ غیر متلو والناسخ ایضاً ولا اعلم له نظیر ... الخ

(الاتقان فی علوم القرآن، النوع السابع والاربعون فی ناسخہ ومنسوخہ ۲۲/۲، ط مکتبہ مصطفیٰ البابی مصر)

ترجمہ:...... مسئلہ ہفتم:...... قرآن میں نسخ کی تین قسمیں ہیں۔(۱) وہ نسخ کہ اس کی تلاوت اور اس کا حکم دونوں ساتھ ساتھ منسوخ ہوگئے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "کان فیما انزل عشر رضعات فنسخن ...... الخ" یہ روایت شیخین کی ہے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول "وھن مما یقرأ من القرآن" میں کلام کیا ہے۔ کیونکہ اس قول کے ظاہر سے تلاوت کا باقی رہنا سمجھا جاتا ہے حالانکہ صورت واقعہ اس کے برعکس تھی۔

اس اعتراض کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی مراد "فتوفی" سے یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تھا یا یہ کہ تلاوت بھی منسوخ ہوگئی تھی مگر صحابہؓ کو یہ بات حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ہی معلوم ہوسکی، اس لئے آپ کی وفات کے وقت کچھ صحابہؓ اس منسوخ آیت کو نادانستگی سے پڑھتے بھی تھے۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی اور پھر اس کا رفع ہوگیا (اٹھالی گئی) مکی نے کہا ہے کہ اس مثال میں منسوخ غیر متلو ہے اور ناسخ بھی غیر متلو ہے اور اس کی کوئی اور نظیر مجھے معلوم نہیں ہوئی ...... الخ۔

تو عبدی صاحب! اگر ہمارے قرآن میں منسوخ آیات درج نہیں ہوئیں تو

اس سے قرآن میں کون سا نقص پیدا ہو گیا۔

(س نمبر۹):.......(سورۃ ال عمران آیت:۱۴۴؟)

(جواب:۔)اس آیت کریمہ میں "قد خلت من قبله الرسل" میں لفظ الرسل کی نحوی تحقیق کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے لکھا ہے:

"الرسل" میں لام استغراق نہیں، لام جنس ہے کیونکہ اثبات مدعا میں استغراق کو کوئی دخل نہیں...... اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف اور ابن عباسؓ کی قرأت میں "الرسل" نہیں "رسل" نکرہ ہے۔

عبدی صاحب نے یہاں بھی صرف اعتراض کرنے کا شوق پورا کیا ہے تحریف کا یہاں کوئی شائبہ بھی نہیں، حضرت ابن عباسؓ کی قرأت میں بجائے الرسل کے رسل ہونا تحریف نہیں بلکہ اختلاف قرأت ہے اور اختلاف قرأت کوئی قابل اعتراض چیز نہیں، نہ ہی اس سے قرآن میں کوئی نقص پیدا ہوتا ہے۔

جناب کو اگر ہمت ہے تو کوئی ایک روایت تحریف قرآن کی دکھادیں اور کھینچا تانی سے گریز کریں۔

(س نمبر۱۰):.....سورۃ النساء آیت:۱۲ متعدد صحابہ کی قرأت میں ولہ.....الخ؟)

(جواب:۔)اس آیت کریمہ میں حضرت عثمانی صاحبؒ نے "ولہ اخ او اخت" کی تفسیر فرمائی ہے کہ اس سے مراد ماں شریک بھائی بہن ہیں جن کو اخیافی کہتے ہیں اور اس معنی کی تائید ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"چنانچہ متعدد صحابہؓ کی قرأت میں "ولہ اخ او اخت" کے بعد

"من الأم" کا کلمہ صریح موجود ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے۔"

اس میں بھی اختلاف قرأت کا ذکر ہے تحریف کے ساتھ اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ لیکن یہ مسلم بات ہے کہ جس رنگ کا چشمہ پہنا ہوا ہو ہر چیز اس رنگ میں نظر آتی ہے۔

(س نمبر ۱۱):۔۔۔۔۔۔سورۃ الانعام آیت: ۱۵۸، ابن المنیر وغیرہ محققین الخ۔

(جواب:۔) جناب علی عبدی صاحب! واقعی جہالت کی کوئی انتہا نہیں ہوتی: یقیناً یہ قرآن دشمنی کا نتیجہ ہے کہ سیدھی چیز بھی ٹیڑھی نظر آتی ہے پہلے میں تفسیر عثمانیؒ کی پوری عبارت نقل کرتا ہوں، پھر اپنے کسی عقلمند کو دکھا دو کہ اس میں تحریف قرآن کے متعلق کوئی بات ہے؟

قرآن کریم کی آیت "یوم یاتی بعض ایت ربک لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیراً" کی نحوی ترکیب بتاتے ہوئے حضرت مولانا عثمانی صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"اور جملہ "او کسبت فی ایمانها" کا عطف "امنت من قبل" پر ہے۔

اور تقدیر عبارت کی ابن المنیر وغیرہ محققین کے نزدیک یوں ہے۔

لاینفع نفساً ایمانها او کسبها خیراً لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیرا الخ"

ہر عقلمند آدمی اس عبارت کو دیکھ کر بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آیت کا مفہوم و معنی عربی زبان میں یہ ہے، لیکن جس بیچارے کو علوم عربیہ اور قواعد عربی سے کوئی واسطہ نہ ہو

تو وہ تو یہی کہے گا کہ قرآن میں غلطی ہے۔ نعوذ باللہ۔

(س نمبر ۱۲):...... سورۃ مریم آیت: ۵۵ عبد اللہ ابن مسعود کے مصحف میں اھلہ الخ)

(جواب:۔) آیت کریمہ "وکان یأمر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ" کی تشریح کرتے ہوئے حضرت عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

بعض کہتے ہیں کہ یہاں "اہل" سے ان کی ساری قوم مراد ہے۔
چنانچہ (حضرت) عبد اللہ بن مسعودؓ کے مصحف میں "اھلہ" کی جگہ "قومہ" تھا، واللہ اعلم۔

اس میں بھی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی قرأت بتائی ہے کہ اس میں بجائے اھلہ کے قومہ تھا تحریف کے ساتھ اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

(س نمبر ۱۳):...... (سورۃ النور آیت: ۲ آیت رجم؟)

(جواب:۔) آیت رجم کی نسخ کی تفصیل تو جواب نمبر ۲ میں گذر گئی ہے یہاں صرف آپ کا دھوکہ کھولنے کے لئے تفسیر عثمانی کی عبارت نقل کی جاتی ہے، جس سے کوئی کم عقل آدمی بھی تحریف نہیں سمجھے گا چہ جائیکہ کوئی عقلمند۔

چنانچہ تفسیر عثمانی میں ہے

......کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب رجم محصن کے متعلق یہ اندیشہ ہوا بلکہ مکشوف ہو گیا کہ آگے چل کر بعض زائغین اس کا انکار کرنے لگیں گے (چنانچہ خوارج نے اور ہمارے زمانے کے ایک ممسوخ فرقہ نے کیا) تو آپ نے منبر پر چڑھ کر صحابہ وتابعین کے مجمع میں اس حکم (حد رجم) کا بہت شد و مد سے اعلان

فرمایا اور اس میں قرآن کی ایک آیت کا حوالہ دیا جس میں رجم محصن کا صریح حکم تھا اور جس کی تلاوت گو بعد میں منسوخ ہو گئی مگر حکم باقی رہا۔

عبدی صاحب آپ ان منقولہ عبارت کو اس عبارت سے ملاؤ آپ کو خود اپنی عبارت کا غلط ہونا معلوم ہو جائے گا، سارے شیعہ مل کر بھی ایک روایت تحریف کی دکھادیں اور منہ مانگا انعام وصول کریں۔ اس سے کام نہیں بنتا کہ توڑ مروڑ کر عبارتیں لکھ دو اور کہہ دو کہ تحریف ثابت ہو گئی۔ (اللہ حافظنا)

(س نمبر ۱۴): ...... (سورۃ العنکبوت آیت: ۱۱ ابن عباس کے نزدیک ...... الخ؟)

(جواب:۔) یہاں بھی تفسیر عثمانی کی عبارت غلط نقل کی ہے اور محبین قرآن کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب آیت کریمہ "ولیعلمن اللہ الذین امنوا ولیعلمن المنافقین" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "یعنی معلوم تو اسے پہلے ہی سے سب کچھ ہے لیکن اب تمہارے اعمال و افعال کو دیکھ لے گا کہ کون اپنے کو سچا مومن ثابت کرتا ہے اور کون جھوٹا دغا باز منافق ہے۔ تنبیہ اس قسم کے مواضع میں "لیعلمن اللہ" کے معنی "لیرین اللہ" کے لینا ابن عباسؓ سے منقول ہے کما فی تفسیر ابن کثیر۔" (تفسیر عثمانی)

جناب عبدی صاحب! یہاں پر حضرتؒ نے صرف "ولیعلمن اللہ" کا معنی بیان کیا ہے آپ اس کو تحریف کی طرف کھینچنے کی کوشش ناکام وہوس خام سے گریز کریں کیونکہ اس طرح کرنے سے سوا ذلت و رسوائی کے اور کچھ نصیب نہ ہو گا۔

(س نمبر ۱۵):......(سورۃ احزاب آیت تطہیر بحوالہ مسند احمد الخ؟)

(جواب:۔) عبدی صاحب! "نقل را عقل باید" (نقل کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہے۔")

چونکہ شیعہ اس بات کے منکر ہیں کہ آیت تطہیر میں ازواج مطہراتؓ کو مراد لیا جائے جیسا کہ "ترجمہ فرمان علی" وغیرہ میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ یہ آیت در حقیقت یہاں نہیں تھی تحریف کر کے یہاں داخل کی گئی ہے تو اس بات کو رد کرتے ہوئے، اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ازواج مطہرات ہی یہاں مراد ہیں حضرت عثمانی صاحبؒ نے تحقیقی بحث کی ہے اور اس کے لئے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

> "بہر حال اہل بیت میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا یقینی ہے بلکہ آیت کا خطاب اولاً ان ہی سے ہے لیکن چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے خود اہل بیت (گھر والوں) میں شامل ہیں بلکہ بعض حیثیت سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں جیسا کہ مسند احمد کی ایک روایت میں احق کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کا حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لے کر "اللھم ھؤلاء اھل بیتی" الخ وغیرہ فرمانا یا حضرت فاطمہؓ کے مکان کے قریب گذرتے ہوئے "الصلوٰۃ اہل البیت یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس" الخ سے خطاب کرنا اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج کے حق میں ہوا اور ان ہی سے مخاطب ہو رہا

ہے مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلت تطہیر کے اہل ہیں باقی ازواج مطہرات چونکہ خطاب قرآنی کی اولین مخاطب تھیں اس لئے ان کی نسبت اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(تفسیر عثمانی، حاشیہ سورۃ الاحزاب آیت:۳۳)

یہ ہے جناب تفسیر عثمانی کی عبارت اس میں تو کہیں بھی یہ بات نہیں ہے کہ پنجتن پاک کے نام صریحاً قرآن میں تھے۔ مذکورہ بالا عبارت پڑھ کر اپنی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کیجئے، شاید بات سمجھ میں آ جائے۔

(س نمبر ۱۶):......(سورۃ احزاب آیت:۶ ابن ابی کعب کی قرأت میں... الخ؟)

(جواب:۔) تفسیر عثمانی کی عبارت ملاحظہ ہو:

"......مومن (من حیث ھو مومن) اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لئے حرکت فکری شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیشتر اس کو پیغمبر علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے اور اگر اس روحانی تعلق کی بناء پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے بلکہ اس سے بھی بمراتب بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں "انما انا لکم بمنزلة الوالد الخ." اور ابی بن کعب وغیرہ کی قرأت میں آیت "النبی اولی بالمؤمنین" الخ کے

ساتھ "وھو اب لھم" کا جملہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔"

تو اس عبارت میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت کا ذکر ہے اور اختلاف قرأت کو تحریف نہیں کہتے، اگر تحریف کی کوئی روایت ہو تو دکھا دو ویسے الٹے سیدھے اعتراضات کے ذریعہ نہ اپنا وقت ضائع کریں نہ کسی اور کا۔ نیز یہ نام ابن ابی کعب نہیں ہے بلکہ ابی بن کعب ہے۔

(س نمبر ۱۷):......(سورۃ یٰس آیت: ۳۵ لیا کلوا من ثمرہ......الخ ؟)

(جواب:۔) یہاں بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت کا ذکر ہے اس کا تحریف سے کوئی تعلق نہیں ہے بس آپ کو تو ہر جگہ تحریف تحریف نظر آتی ہے، یقیناً یہ قرآن دشمنی کا نتیجہ ہے۔

(س نمبر ۱۸):......(سورۃ الصافات: ۱۳۰- سلام علی ال یاسین......الخ ؟)

(جواب:۔) تفسیر عثمانی کی عبارت ملاحظہ ہو!

> "الیاس کو "الیاسین" بھی کہتے ہیں کہ جیسے "طور سینا" کو "طور سینین" کہہ دیا جاتا ہے یا "الیاسین" سے حضرت الیاس کے متبعین مراد ہوں۔ اور بعض نے "آل یاسین" بھی پڑھا ہے" یہ عبارت بھی اختلاف قرأت کو ظاہر کرتی ہے نہ تحریف کو۔ فافہم۔

(س نمبر ۱۹):......سورۃ الزمر: ۵۳ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا کو......الخ ؟)

(جواب:۔) عبدی صاحب! دراصل آپ تحریف کے مفہوم کو ہی نہیں سمجھتے اس لئے ایسی بے تکی باتیں لکھی ہیں آپ کو چاہئے کہ نمونہ کے لئے پہلے اپنی کتابوں کو دیکھ لیں

تا کہ تحریف کا معنی سمجھنے میں آسانی ہو، یہاں پر حضرت نے صرف آیت کی تشریح کی ہے قرآن میں کوئی تغیر نہیں کیا ہے۔ فتفکر۔

(س نمبر ۲۰):...... (سورۃ المؤمن: ۶ انھم اصحاب النار کو...... الخ؟)

(جواب:۔) تفسیر عثمانی کی عبارت ملاحظہ ہو:

> تنبیہ بعض نے "انھم اصحاب النار" کو "لانھم" کے معنی میں لے کر یہ مطلب بیان کیا ہے کہ گذشتہ منکروں کی طرح موجودہ منکروں پر بھی اللہ کی بات سچی ہے کیونکہ یہ بھی اصحاب النار میں سے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

اس عبارت میں آیت کے دو مفہوموں میں سے دوسرا مفہوم بیان کیا ہے تحریف نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ (کسی نے سچ کہا ۔ المعترض کا لاعمی۔)

(س نمبر ۲۱):...... (سورۃ الشوریٰ آیت: ۲۳ "قربی" سے مراد بعض علماء نے اہل بیت کی محبت مراد لی ہے؟)

(جواب:۔) عبدی صاحب جناب نے اعتراض کرنے کے شوق میں اتنا تکلف بھی گوارا نہیں کیا کہ تفسیر عثمانی کی عبارت کسی پڑھے لکھے کو دکھا کر سمجھ لیتے، جناب سے گذارش ہے کہ حضرت عثمانی صاحبؒ نے بعض علماء کے مذکورہ قول کو رد کرنے کے لئے ذکر کیا ہے نہ کہ اپنے مذہب کو بیان کرنے کے لئے، نیز نہ اس کا تحریف کے ساتھ کوئی تعلق ہے، ذیل میں تفسیر عثمانی کی عبارت ملاحظہ کیجئے پھر بھی اگر سمجھنے میں کوئی دشواری ہو تو کسی ذی علم کی طرف رجوع کرنے میں سبکی محسوس نہ کریں۔

چنانچہ تفسیر عثمانی میں "الا المودۃ فی القربی" کا صحیح مطلب بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

بعض علماء نے "مودۃ فی القربیٰ" سے اہل بیت نبوی کی محبت مراد لے کر یوں معنی کیے ہیں کہ میں تم سے تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا، بس اتنا چاہتا ہوں کہ میرے اقارب کے ساتھ محبت کرو۔ کوئی شبہ نہیں کہ اہل بیت اور اقارب نبی کریم ﷺ کی محبت و تعظیم اور حقوق شناسی امت پر لازم وواجب اور جزو ایمان ہے اور ان سے درجہ بدرجہ محبت رکھنا حقیقت میں حضور ﷺ کی محبت پر متفرع ہے لیکن آیت ہذا کی تفسیر اس طرح کرنا شان نزول اور روایات صحیحہ کے خلاف ہونے کے علاوہ حضور ﷺ کی شان رفیع کے مناسب نہیں معلوم ہوتا واللہ اعلم۔ (تفسیر عثمانی)

(س نمبر ۲۲):...... (سورۃ الحدید آیت: ۲۹ - لئلا یعلم اصل میں لکنی یعلم ہے؟)

(جواب:۔) جناب نے دھوکہ دینے کے لئے تفسیر عثمانی کی عبارت بھی غلط نقل کی ہے تفسیر عثمانی کی اصل عبارت یوں ہے۔

"...... اکثر سلف سے یہ منقول ہے کہ یہاں "لئلا یعلم" بمعنی "لکنی یعلم" کے ہے۔ (تفسیر عثمانی)

یہاں ایک نحوی قاعدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آیت کی دوسری توجیہہ بیان کی ہے۔ آپ کا یہ اعتراض اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ قرآن فہمی کے لئے مطلوب علوم میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مس نہیں رکھتے آپ صرف اعتراض برائے اعتراض کرنا جانتے ہیں۔

(س نمبر ۲۳):...... (سورۃ طلاق آیت: ۶ - اسکنوھن من حیث سکنتم ...... الخ؟)

(جواب:۔) یہ بھی اختلاف قرأت کی قبیل سے ہے جو قابل اعتراض نہیں بلکہ باعث رحمت ہے۔

(س نمبر۲۳):۔۔۔۔۔معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور والناس ۔۔۔۔۔الخ؟)

(جواب:۔) عبدی صاحب آپ کا سنیوں کو دھوکہ دینا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے یہ بات ماضی سے شیعوں کی تاریخ میں چلتی آرہی ہے، آپ سے پہلے آپ کے بڑوں نے اس قسم کی ناکام کوششیں کی ہیں، اور ہماری کتابوں کے حوالہ جات کی قطع وبرید کر کے پیش کیے ہیں کیونکہ ہماری کتابوں سے حقیقتاً تو تحریف کی کوئی روایت ان کو ملی نہیں تو مجبوراً معارضہ بالمثل کے لئے ان کو اس قسم کی دھاندلی اور دھوکہ دہی سے کام لینا پڑا۔ آپ نے بھی اپنے اکابرین کی اتباع کرتے ہوئے تفسیر عثمانی کی عبارت پیش کرنے میں دھوکہ کیا لہٰذا ہم تفسیر عثمانی کی پوری عبارت نقل کرتے ہیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

چنانچہ تفسیر عثمانیؒ میں ہے:

> (تنبیہ دوم) معوذتین کے قرآن ہونے پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہے اور ان کے عہد سے آج تک بتواتر ثابت ہے۔ صرف ابن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ان دوسورتوں کو اپنے مصحف میں نہیں لکھتے تھے۔ لیکن واضح رہے کہ ان کو بھی ان سورتوں کے کلام اللہ ہونے میں شبہ نہ تھا۔ وہ مانتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور بلاریب آسمان سے اترا ہے۔ مگر ان کے نازل کرنے کا مقصد رقیہ اور علاج تھا۔ معلوم نہیں کہ تلاوت کی غرض سے اتاری

گئی یا نہیں اس لئے ان کو مصحف میں درج کرنا اور اس قرآن میں شامل کرنا جس کی تلاوت نماز وغیرہ میں مطلوب ہے، خلاف احتیاط ہے روح البیان میں ہے۔

"انہ کان لا یعد المعوذتین من القرآن وکان لایکتبھما فی مصحفہ یقول انھما منزلتان من السمآء وھما من کلام رب العالمین ولکن النبی علیہ الصلاۃ والسلام کان یرقی ویعوذ بھما فاشتبہ علیہ انھما من القرآن اولیستا منہ فلم یکتبھما فی المصحف"۔

(صفحہ ۲۳ ۷ جلد ۱۰)

قاضی ابوبکر باقلانیؒ لکھتے ہیں:

"لم ینکر ابن مسعود کونھما من القران وانما انکر اثباتھما فی المصحف فانہ کان یری ان لایکتب فی المصحف شیئا الا ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذن فی کتابتہ فیہ وکانہ لم یبلغہ الاذن

(فتح الباری ۵۷۱/۸)

بہرحال ان کی یہ رائے بھی شخصی اور انفرادی تھی اور جیسا کہ بزار نے تصریح کی ہے کسی ایک صحابی نے ان سے اتفاق نہیں کیا اور بہت ممکن ہے کہ جب تواتر سے ان کو ثابت ہوگیا ہو کہ یہ بھی قرآن متلو ہے تو اپنی رائے پر قائم نہ رہے ہوں۔ اس کے

علاوہ ان کی یہ انفرادی رائے بھی محض خبر واحد سے معلوم ہوئی ہے جو تواتر قرآن کے مقابلہ میں قابل سماعت نہیں ہو سکتی۔ شرح مواقف میں ہے:

ان اختلاف الصحابة في بعض سور القرآن مروى بالأحاد المفيدة للظن ومجموع القرآن منقول بالتواتر المفيد لليقين الذى يضمحل الظن في مقابلته فتلك الاحاد مما لايلتفت اليه ثم ان سلمنا اختلافهم فيما ذكر قلنا انهم لم يختلفوا في نزوله بل في مجرد كونه من القرآن وذلك لايضر فيما نحن بصدده ......الخ

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

واجيب باحتمال انه كان متواتراً في عصر ابن مسعود لكن لم يتواتر عند ابن مسعود فانحلت العقدة بعون الله تعالىٰ ......الخ۔

اور صاحب المعانی کہتے ہیں:

ولعل ابن مسعود رجع عن ذلک ......الخ (تفسير عثمانى)

یہ تھی جناب تفسیر عثمانی کی پوری عبارت جو من و عن نقل کی گئی۔ اس میں واضح طور پر بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو معوذتین کی قرآنیت کا ہرگز انکار نہیں تھا، ان کو صرف یہ تردد تھا کہ آیا یہ قرآن متلو ہے یا محض رقیہ کے لئے نازل ہوئی تھیں۔ اب اہل سنت کی دوسری کتابوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں کہ وہ

معوذتین کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

چنانچہ شرح المھذب میں علامہ نوویؒ کہتے ہیں:

اجمع المسلمون علی أن المعوذتین و الفاتحۃ من القرآن وان من جحد منها شیأ کفر۔

(بحوالہ تنبیہ الحائرین صفحہ ۸۲)

ترجمہ:۔ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ معوذتین اور فاتحہ قرآن ہیں۔ جو شخص ان کی قرآنیت کا منکر ہو وہ کافر ہے۔

اور محلّٰی ابن حزم صفحہ ۱۳ جزو نمبر ۱، مسئلہ نمبر ۲۱ میں ہے:

وان القرآن الذی فی المصاحف بایدی المسلمین شرقا وغربا فما بین ذلک من اول القرآن الی اخر المعوذتین کلام اللہ عزوجل ووحیہ انزلہ علی قلب نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم من کفر بحرف منہ فهو کافر۔

(تنبیہ الحائرین ص ۸۲)

ترجمہ:۔ جو قرآن مجید مسلمانوں کے ہاتھ میں شرقاً وغرباً ہے ان مصاحف میں اول قرآن سے لے کر معوذتین کے آخر تک ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور وحی ہے جو کہ اپنے نبی محمد ﷺ کے قلب مبارک پر اتارا تھا۔ جو شخص اس کے ایک حرف کا منکر ہو وہ کافر ہے۔

نیز یہی علامہ ابن حزم اپنی کتاب الفصل فی الملل والنحل جلد ثانی صفحہ ۷۷ میں لکھتے ہیں:

واما قولهم ان مصحف ابن مسعود خلاف مصحفنا

فباطل و کذب الخ

(بحوالہ تنبیہ الحائرین، ص ۸۳)

ترجمہ:۔ رہا لوگوں کا یہ کہنا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کا مصحف ہمارے مصحف کے خلاف تھا تو یہ بالکل غلط اور جھوٹ اور بہتان ہے۔

عبدی صاحب! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر ہمارے اسلاف اور پیشوا معوذتین کو قرآن نہیں مانتے تھے تو پھر موجودہ قرآن میں معوذتین کو کس نے لکھا ہے؟ کیا یہ قرآن ہمارے مرشدوں اور پیشواؤں کا جمع کیا ہوا نہیں ہے؟ کیا آپ کے شیعوں نے اس کو جمع کر کے معوذتین کو اس میں شامل کیا ہے؟

جب قرآن مجید ہمارا جمع کیا ہوا ہے، جیسا کہ آپ کے شیعہ بھی اس کے معترف ہیں تو بالفرض اگر ہم معوذتین کی قرآنیت کے منکر ہوتے تو ہم ان کو خارج نہ کر دیتے۔ ہمارا قرآن میں ان کو لکھنا صراحتاً ثابت کرتا ہے کہ ہم ان کی قرآنیت کے قائل ہیں۔ (فتفکر و تدبر)

(س نمبر ۲۵) معاذ اللہ آنحضرت پر ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی ......الخ؟

(جواب:۔) پہلی بات یہ ہے کہ اس کا تحریف قرآن کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دوسری یہ کہ یہاں پر بھی حسب عادت تفسیر عثمانی کی عبارت لکھنے میں دھوکہ و فریب سے کام لیا ہے۔ ذیل میں تفسیر عثمانی کی صحیح عبارت ملاحظہ ہو۔

"(تنبیہ) کئی صحابہ مثلاً عائشہ صدیقہ، ابن عباس، زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر بعض یہود نے سحر کیا۔ جس کے اثر سے ایک طرح کا مرض سا بدن مبارک کو لاحق ہو گیا۔ اس دوران میں کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ ﷺ ایک

دنیوی کام کر چکے ہیں، مگر خیال گزرتا کہ نہیں کیا۔ یا ایک کام نہیں کیا اور خیال ہوتا تھا کہ کر چکے ہیں۔ اس کے علاج کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ دو سورتیں نازل فرمائیں اور ان کی تاثیر سے وہ اثر باذن اللہ زائل ہو گیا۔ واضح رہے کہ یہ واقعہ صحیحین میں موجود ہے۔ جس پر آج تک کسی محدث نے جرح نہیں کی اور اس طرح کی کیفیت منصب رسالت کے قطعاً منافی نہیں۔ جیسے آپ ﷺ کبھی کبھی بیمار ہوئے۔ بعض اوقات غشی طاری ہو گئی یا کئی مرتبہ نماز میں سہو ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا "انما انا بشر انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی" (میں بھی ایک بشر ہی ہوں۔ جیسے تم بھولتے ہو، میں بھی بھولتا ہوں، جب میں بھول جاؤں تو یاد دلایا کرو۔)......الخ"

اس عبارت کو پڑھنے کے بعد کسی اور جواب کی ضرورت نہیں، مزید تفصیل کے لئے تفسیر عثمانی دیکھی جا سکتی ہے۔

(س نمبر ۲۶) زید بن ثابت نے جب قرآن جمع کیا دور ابوبکر میں تو......الخ؟

(س نمبر ۲۷) جب عمر بن خطاب نے آیہ رجم پیش کی تو اسے......الخ؟

(جواب:۔) علی عبدی صاحب آپ کے ہر ہر سوال سے جامعین قرآن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بغض و عناد معلوم ہو رہا ہے۔ کیونکہ آپ نے کہیں پر بھی کسی صحابی کے نام کے ساتھ کوئی ادب کا صیغہ استعمال کرنا گوارا نہیں کیا۔ جناب عبدی صاحب! آپ جس بات کو اعتراض بنا کر پیش کر رہے ہیں یہی تو اس جماعت کی خوبی ہے۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ جمع قرآن میں صحابہؓ نے کتنا کمال احتیاط سے کام لیا کہ جب تک

شرعی شہادت پوری نہ ہوئی اس وقت تک کوئی آیت قرآن کریم میں درج نہیں کی۔ حتیٰ کہ وہ خلفاء راشدینؓ جن پر بعض ظالم یہ بہتان لگاتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کریم میں اپنی مرضی سے تغیر وتبدل کیا اور کمی زیادتی کی۔ خود ان کا یہ حال ہے کہ وہ ایک آیت پیش کرتے ہیں، لیکن اس پر حسب شرط شرعی شہادت میسر نہ ہوئی تو ان کا قول بھی قبول نہ ہوا۔ اس سے بڑھ کر ایمانداری اور دیانتداری اور کیا ہوگی۔ آپ کے ان دو اعتراضات کو تو ہم اپنا فخر سمجھتے ہیں کہ ہمارے صحابہؓ نے قرآن کو کس کمالِ احتیاط سے جمع فرمایا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس کمال احتیاط کے باوجود حضرات صحابہؓ پر تحریف کا الزام لگانا حد درجہ کی شوخ چشمی نہیں؟

اسی تفسیر اتقان میں اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ:

.....فكان يفعل ذلك مبالغة في الاحتياط۔

(الاتقان، النوع الثامن عشر، ۱/۵۸)

ترجمہ:۔ "غرضیکہ قرآن مکتوب کے موجود پانے اور خود حافظ قرآن ہونے کے باوجود ان کا دو شہادتوں کو بھی بہم پہنچا کرا سے مصحف میں تحریر کرنا حد درجہ کی احتیاط تھی۔"

نیز ابو خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ اکیلے کی گواہی کو کیوں قبول کی گئی، اس کے بارے میں خود اسی تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ:

وكان الناس يأتون زيد بن ثابت فكان لايكتب آية الا بشاهدي عدل وان آخر سورة براءة لم توجد الامع ابي خزيمة بن ثابت فقال اكتبوها فان رسول الله صلى عليه وسلم جعل شهادته بشهادة رجلين فكتب وان

عمر اتی بآیة الرجم فلم یکتبها لانه کان وحده۔

(الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن عشر فی جمعه وترتیبه، ۱/ ۵۸)

ترجمہ:۔ ”لوگ حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس قرآن کو لاتے تھے اور وہ بغیر دو معتبر گواہ لئے ہوئے اسے نہ لکھتے تھے اور سورۃ براءۃ کا خاتمہ محض ابوخزیمہ بن ثابتؓ کے پاس سے ملا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس کو لکھ لو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ابوخزیمہؓ کی شہادت دو گواہوں کے برابر مانی ہے۔ چنانچہ زیدؓ نے اسے لکھ لیا۔ مگر حضرت عمرؓ نے آیۃ الرجم پیش کی تو اسے نہیں لکھا، کیونکہ اس بارے میں تنہا حضرت عمرؓ کے سوا اور کوئی شہادت بہم نہیں پہنچی۔

اب غور کریں کہ ہمارے صحابہؓ دین کے معاملہ میں کتنے محتاط تھے۔ سبحان اللہ۔

(س نمبر ۴۸) جب کفار مکہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا.....الخ؟

(جواب:۔) اس سوال کا تحریف قرآن کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ حضور علیہ السلام کا دل ان کے لئے نرم ہو گیا تھا تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کو ہر وقت یہ فکر ہوتی تھی کہ کسی طریقہ سے میری قوم اسلام میں داخل ہو جائے۔ جیسا کہ اسی روایت میں ہے۔ ”وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشتد علیہ فراق قومه ویحب اسلامهم“ اور حضور ﷺ کے قلب اطہر میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت رچی ہوئی تھی تو اس لئے آپ ﷺ سمجھے کہ محض بتوں کو چھونے سے اگر وہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو بہت

بڑے نقصان سے بچ جائیں گے اور میرے لئے اس میں کوئی ضرر کی بات نہیں، کیونکہ میرا دل تو شرک سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں شرک سے پاک ہوں۔ چنانچہ درمنثور میں اس روایت کے بعد متصلاً دوسری روایت میں ہے:

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما علی لوفعلت واللہ یعلم عنی خلافه؟

(درمنثور للسیوطیؒ، الآیۃ وان کادوا لیفتنونک الخ، ۳۱۸/۵، ط: دارالفکر بیروت)

تو اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں اور چھونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ واللہ اعلم۔

(س نمبر ۲۹) سورۃ براءۃ طوالت میں سورۃ البقرہ کے ہم پلہ تھی...... الخ؟

(جواب:۔) ہاں، واقعی سورۃ براءۃ طویل تھی، لیکن منسوخ ہوگئی۔ جیسا کہ تفسیر اتقان ہی کی سینتالیسویں نوع میں نسخ کی تیسری قسم "مانسخ تلاوته دون حکمه" کے ذیل میں لکھا ہے:

وفی المستدرک عن حذیفۃؓ قال ماتقرؤن ربعها یعنی براءۃ۔

(النوع السابع والاربعون فی ناسخہ ومنسوخہ، ۲۶/۲، ط: مصر)

ترجمہ:۔ اور مستدرک میں حذیفہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا "یہ جو تم پڑھتے ہو اس کا ایک چوتھائی حصہ ہے۔" یعنی سورۃ براءۃ اب تم چوتھائی حصہ پڑھتے ہو۔

تو جناب ہم میں سے کسی نے بھی اس سے یہ نہیں سمجھا ہے کہ یہ محرف ہے، بلکہ یہ منسوخ ہے جو منسوخ کے باب میں مذکور ہے اس کو تحریف سمجھنا محرفین کا کام ہے۔

نہ کہ ہم سنیوں کا۔

(س نمبر۳۰) ابن مسعود نے چونکہ اپنے مصحف میں معوذتین کو نہیں لکھا ہے......الخ؟

(جواب:۔) معوذتین کے بارے میں تو تفصیلی جواب نمبر۲۴ کے تحت گذر چکا ہے اور حقیقت حال واضح کردی گئی۔ رہی سورۃ الحفد والخلع تو اس کے بارے میں ہماری اسی کتاب تفسیر اتقان میں سینتالیسویں نوع کے تحت نسخ کی تیسری قسم "ما نسخ تلاوته دون حکمه" میں لکھا ہے:

قال الحسين بن المنارى فى كتابه الناسخ والمنسوخ ومما رفع رسمه من القرآن ولم يرفع من القلوب حفظه سورتا القنوت فى الوتر وتسمى سورتى الخلع والحفد.

(الاتقان، النوع السابع والاربعون فی ناسخه ومنسوخه، ۲ر۲۶، ط: مکتبہ مصطفیٰ البابی مصر)

ترجمہ:۔ حسین بن المناری نے اپنی کتاب الناسخ والمنسوخ میں بیان کیا ہے کہ منجملہ ان چیزوں کے جن کی کتابت قرآن سے اٹھالی گئی ہے، مگر اس کی یادولوں سے نہیں اٹھائی گئی، نماز وتر میں پڑھی جانے والی قنوت کی دو سورتیں ہیں اور وہ سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد کہلاتی ہیں۔

تو اگر منسوخ سورتیں ہمارے قرآن میں درج نہیں ہوئی تو اس سے حفاظت قرآن میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(س نمبر۳۱) حدثنا اسماعيل بن ابراهيم عن ايوب عن نافع عن عبدالله بن عمر بن الخطاب کہ ابن عمر نے کہا......الخ؟

(جواب:۔) عبدی صاحب تفسیر اتقان کی یہ روایت سند کے لحاظ سے نہایت ہی کمزور ہے۔اس روایت میں راوی ہے اسماعیل بن ابراہیم جس کے متعلق محمد بن عبداللہ نے فرمایا "ضعیف جدا" کہ نہایت ہی ضعیف ہے۔ "قال ابن المدینی ضعیف وکذا ضعفہ غیر واحد" کہ علی بن مدینی نے فرمایا کہ اسماعیل راوی ضعیف ہے۔اوراس طرح بہت سے محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

(میزان الاعتدال ،ص ۹۹ ،بحوالہ فیصلہ کن مناظرہ ،ص ۷۸)

جب اس روایت کا راوی ضعیف ہے تو روایت قابل اعتبار نہیں۔ چہ جائیکہ قرآن جو کہ متواتر ہے۔اس کے مقابلہ میں تحریف قرآن ثابت کرے۔

دوسری بات یہ کہ یہ روایت تفسیر اتقان میں منسوخ التلاوت کی بحث میں بیان کی گئی ہے۔حضرت ابن عمرؓ کا مقصد یہی ہے کہ قرآن مجید کا بہت سا حصہ منسوخ ہونے کی وجہ سے اس مصحف میں نہیں ہے،لہذا یہ نہ کہے کہ مجھے پورا قرآن یاد ہے۔ اس لئے کہ جو منسوخ ہو چکا ہے وہ بھی تو قرآن تھا۔حضرت ابن عمرؓ کے الفاظ ہیں کہ "قد ذهب منه قرآن كثير" تو اس میں "ذهب" کا لفظ نسخ پر دلالت کرتا ہے۔اگر تحریف کا بیان مقصود ہوتا تو یوں فرماتے "قد اسقط المحرفون قرآنا كثيرا" (تحریف کرنے والوں نے بہت سارا قرآن ساقط کردیا) حالانکہ یہ الفاظ نہیں فرمائے۔ بلکہ فرمایا "ذهب قرآن كثير" (بہت قرآن چلا گیا)۔بوجہ نسخ کے،نہ کہ بوجہ تحریف۔ حضرت ابن عمرؓ کے مزاج میں اس قسم کی احتیاط بہت تھی۔ چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کوئی نہ کہے "صمت رمضان كله" (میں نے کل رمضان کے روزے رکھے) کیونکہ کل رمضان میں رات بھی داخل ہے اور کوئی شخص رات کو روزہ نہیں رکھتا۔

عبدی صاحب کو اہل سنت کی کسی معتبر کتاب سے تحریف کی کوئی روایت تو

ملی تھیں اس لئے منسوخ التلاوت کی روایات کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔

(س نمبر ۳۲، ۳۳، ۳۴......

(جواب :۔) گزشتہ صفحات میں بالتفصیل یہ بات گذر چکی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جب قرآن کریم کو مرتب شکل میں جمع کیا تو تمام منسوخ آیات اور تفسیری نوٹوں کو نکال دیا اور یہ کام تمام صحابہؓ کے مشورے اور اتفاق سے ہوا تاکہ بعد کی امت کو کسی قسم کا شبہ نہ لگے، اور ان کے اس کارنامہ کو پوری امت نے بنظر استحسان دیکھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ:

لاتقولوا فی عثمان الا خیراً فو اللہ مافعل الذی فعل فی المصاحف الا عن ملأمنا (اخرجه ابن ابی داؤد بسند صحیح)

(الاتقان فی علوم القرآن ۱، ۵۹، ط: سہیل اکیڈمی، لاہور)

ترجمہ:۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے سوا نہ کہو۔ کیونکہ اللہ کے قسم انہوں نے مصاحف کے معاملہ میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی اور مشورے سے کیا۔

اور ایک اور روایت میں ہے:

وقد قال علی لو ولیت لعملت بالمصاحف التی عمل بها عثمان

(الاتقان، النوع الثامن عشر فی جمعہ وترتیبہ ۱، ۶۰)

ترجمہ:۔ اور تحقیق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں حکمران ہوتا تو مصاحف کے ساتھ وہی عمل کرتا جو حضرت عثمانؓ نے کیا۔

الغرض روایات میں جو تغیر کا لفظ آتا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ منسوخ آیات اور تفسیری نوٹوں کو نکال دیا، اس کو تحریف کہنا حماقت ہے، نیز تفسیر اتقان میں ان روایات کو نسخ کی تیسری قسم کی ذیل میں ذکر کیا ہے۔ اہلسنت میں سے کسی نے بھی ان سے تحریف نہیں سمجھا ہے۔

(س نمبر ۳۵) ابی موسیٰ الاشعری نے کہا ایک سورۃ، سورۃ براءت کی مثل نازل ہوئی تھی......؟

(جواب :۔) اس سوال میں بھی حسب عادت دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور تفسیر اتقان کی عبارت میں تحریف کرتے ہوئے "دور عثمان میں" کا اضافہ کیا ہے۔ حالانکہ اصل عبارت میں اس قسم کی کوئی بات نہیں ہے۔ تفسیر اتقان کی عبارت ملاحظہ ہو:

"قال نزلت سورة نحو براءة ثم رفعت ......الخ

(الاتقان، ۲۵/۲)

ترجمہ:۔ ایک سورۃ سورۃ براءۃ کی مثل نازل ہوئی تھی۔ پھر وہ سورۃ اٹھالی گئی۔ (منسوخ ہوگئی)۔

نیز یہ بھی تفسیر اتقان میں نسخ کے بحث میں مذکور ہے۔ ہم میں سے کسی نے بھی اس سے تحریف نہیں سمجھا ہے۔

(س نمبر ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱)......

(جواب :۔) یہ تمام روایتیں بھی تفسیر اتقان میں نسخ کی تیسری قسم کی ذیل میں مذکور ہیں۔ بلکہ خود آپ کے شیعہ عالم علامہ طبرسی نے بھی اپنی تفسیر مجمع البیان میں یہ روایتیں نسخ کی قسموں میں ذکر کی ہیں، جس کی تفصیل نسخ کے بحث میں گذر گئی ہے۔ لہٰذا اس کو تحریف پر محمول کرنا سراسر ظلم ہے۔

(س نمبر۴۲) ابن الضریس نے کتاب فضائل القرآن میں یعلی بن حکیم کے واسطہ سے......الخ؟

(جواب:۔) یہ روایت بھی اتقان میں نسخ کی تیسری قسم کی ذیل میں مذکور ہے اور ساتھ ہی حافظ ابن حجرؒ کا یہ مقولہ ہے کہ:

وفیہ اشارۃ إلی بیان السبب فی رفع تلاوتہا وھو الاختلاف

(الاتقان، النوع السابع والاربعون فی ناسخہ ومنسوخہ، ۲/۲۷، ط: مکتبہ مصطفیٰ البابی مصر)

ترجمہ:۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں آیت رجم کی تلاوت رفع ہونے کا سبب بیان کرنے کی طرف اشارہ ہے اور وہ سبب اختلاف ہے۔

لہذا عبدی صاحب کو چاہئے کہ حقیقت جاننے کی کوشش کریں اور بے تکے اعتراضات کے ذریعہ اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع نہ کریں۔

(س نمبر۴۳، ۴۴، ۴۵)......

(جواب:۔) جناب عبدی صاحب اگر آپ سنجیدگی سے علامہ سیوطی کی الاتقان فی علوم القرآن دیکھ لیتے تو آپ کو اعتراض کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔ آپ کے سوالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یا تو آپ حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں یا پھر دھوکہ دینے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ کیونکہ جہاں سے آپ نے سوال نقل کئے ہیں وہیں پر سبب اختلاف بھی مذکور ہے۔ چنانچہ تفسیر اتقان میں ہے:

وسبب الاختلاف فی عدد الکلمات ان الکلمۃ لھا حقیقۃ ومجاز ولفظ ورسم واعتبار کل منھا جائز

وکل من العلماء اعتبر احد الجوائز.

(الاتقان، النوع التاسع عشر فی عدد سورہ وکلماتہ وحروفہ، فصل فیمن عد کلمات القرآن، ار ۷۰، ط: مصطفی البابی، مصر)

ترجمہ:۔ اور کلمات کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک مجاز اور ایک لفظ ہوتا ہے اور ایک رسم، اور ان میں سے ہر ایک کا اعتبار کرنا جائز ہے، اور علماء میں سے ہر ایک نے ان جائز اعتبارات میں سے کوئی ایک لیا ہے (اس وجہ سے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ تعداد بتائی ہے)۔

چند سطور کے بعد لکھا ہے:

وقد حمل ذلک علی مانسخ رسمہ من القرآن ایضا اذالموجود الآن لایبلغ ھذا العدد.

یعنی جن صحابہؓ کی روایتوں میں کلمات کی تعداد زیادہ مذکور ہے وہ منسوخ آیات پر محمول ہیں۔

(س نمبر ۴۶) ترمذی نے عمرو بن ابی سلمہ سے اور ابن جریر وغیرہ نے ...... الخ؟

(جواب:۔) اس سوال کا تحریف قرآن سے کوئی تعلق نہیں، رہا مذکورہ حضرات کا اہل بیت ہونا تو اس میں ہمارا کوئی اشکال نہیں۔ ان حضرات کی محبت واحترام کو ہم اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔

تفصیل کے لئے جواب نمبر ۱۵ ملاحظہ ہو۔

(س نمبر ۴۷، ۴۸، ۴۹)

(جواب:۔) ان سوالات کا بھی تحریف قرآن سے کوئی تعلق نہیں، ان میں حضرت علی

کرم اللہ وجہہ کی علمیت بیان کی گئی ہے اور ان کی علمیت سے کس کو انکار ہے۔ ہم اہلسنت کو الحمد للہ سب صحابہؓ سے محبت ہے، ہم وہ نہیں کہ بعض صحابہؓ کے ساتھ تو اس قدر دشمنی کا مظاہرہ کریں کہ ان کو نعوذ باللہ مرتد قرار دیں، اور بعض کے ساتھ اتنی محبت کریں کہ ان کو خدا کا درجہ دیں۔ فافہم۔

(س نمبر ۵۰) بخاری نے ابن ابی ملیکہ کے طریق پر ابن عباس سے روایت کی ہے......الخ؟

(جواب:۔) اس سوال کا بھی تحریف قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ ہی اس میں کوئی قابل اعتراض بات ہے۔

(س نمبر ۵۱) جب مصحفوں کو عثمان بن عفان نے تیار کر لیا تو اس کے نسخے......الخ؟

(جواب:۔) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کے بارے میں جو کچھ کیا ہے اس کی قدرے تفصیل جواب نمبر ۳۲ میں گذر گئی، اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات بھی منقول ہوئے۔ اگر آپ اس میں ذرا غور کر لیں تو اس سوال کا جواب بھی سمجھ شریف میں آ جائے گا۔ نیز خود آپ کے سوال میں منقول عبارت میں لکھا ہے کہ "جب مصحفوں کو حضرت عثمانؓ نے تیار کر لیا" تو جناب! مصاحف تیار ہونے کے بعد اگر غیر مصاحف (منسوخ آیات اور تفسیری نوٹوں) کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کو انتشار سے بچانے کے لئے جلوا دیا تو اس سے قرآن کے محفوظیت پر کیا اثر پڑا۔ قرآن مجید کے نسخے تو تیار ہو چکے تھے۔ فتدبر۔

(س نمبر ۵۲) عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب کے مصحف میں فما استمتعم بہ منھن کے بعد......الخ؟

(جواب:۔) جناب عبدی صاحب! مسلم شریف کے باب نکاح المتعۃ میں اس قسم کی

کوئی روایت نہیں ہے۔ البتہ تا قیامت متعہ کے حرام ہونے کے متعدد احادیث موجود ہیں۔ ہاں مسلم شریف صفحہ ۴۵۰، ج ۱، باب نکاح المتعۃ کے حاشیہ میں یہ عبارت ہے کہ:

...... وفی قراءۃ ابن مسعود فما استمتعتم به منهن الی اجل وقراءۃ ابن مسعود هذه شاذة لایحتج بها قرآنا ولا خبرا ولایلزم العمل بها

ترجمہ:۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کی قرآت میں "فما استمتعم به منهن الی اجل" ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی یہ قرآت شاذ ہے قرآن ہونے کی حیثیت سے یا حدیث ہونے کی حیثیت سے اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

تو جناب ہمارا قرآن تو الحمد للہ سارا کے سارا متواتر ہے۔ اگر اس میں شاذ قراءت درج نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، اس سے قرآن میں کوئی کمی نہیں آتی۔

(س نمبر ۵۳) عائشہ نے کہا "پہلے قرآن میں یہ اترا تھا کہ دس بار دودھ...... الخ؟

(جواب:۔) اس کی تفصیل جواب نمبر ۸ میں گذر گئی۔

(س نمبر ۵۴) عن انس بن مالک قال قمت وراء ابی بکر ...... الخ؟

(جواب:۔) اس کا مطلب یہ ہے کہ جہراً "بسم اللہ" نہیں پڑھتے تھے، اس کا بھی تحریف قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(س نمبر ۵۵) ابن مردویہ سے عبداللہ ابن مسعود نے کہا کہ عہد رسول ﷺ میں آیۃ بلغ ...... الخ؟

(جواب:۔) در منثور کا معنی ہے "بکھرے موتی" یعنی مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں ہر قسم کی روایتیں موجود ہیں۔ صحیح بھی اور ضعیف بھی۔ یہ کتاب محض جمع روایات کے لئے

ہے۔ اس میں تنقید بالکل نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے جو روایت پیش کی ہے یہ روایت بالکل مجروح ہے۔ اس کی پوری سند بھی معلوم نہیں اور جتنی معلوم ہے اس میں ایک راوی ابوبکر بن عیاش ہے جس کے متعلق میزان الاعتدال میں ہے "ضعیف الحافظة کثیر الغلط وھمی" کہ ابوبکر بن عیاش کا حافظہ نہایت کمزور تھا اور بے شمار غلط روایات کرتا تھا۔

امام احمدؒ کا قول ہے کہ وہ حد سے زیادہ کثیر الغلط ہے۔ ابن مبارکؒ کا قول ہے کہ حدیث پر بہت جلد جرأت کرنے والا ابوبکر بن عیاش سے بڑھ کر میں نے نہیں دیکھا۔ ابوبکر بن عیاش کے علاوہ اس روایت میں ایک راوی عاصم ہے۔ میزان الاعتدال میں ابن علیہ اور یحیی بن قطان کا یہ قول منقول ہے کہ عاصم نام کے جتنے راوی ہیں ان کا حافظہ خراب ہے۔ لہذا ایسی کمزور روایت کسی طرح قابل اعتماد نہیں۔ نیز یہ بات مخفی نہ رہے کہ ہمارے علماء میں سے کسی نے بھی اس سے تحریف نہیں سمجھا اور نہ ہی ایسی ضعیف روایت سے متواتر قرآن مجید کے اندر تحریف ثابت ہو سکتی ہے۔ (ماخوذ از تنبیہ الحائرین، ص ۲۰۰ و فیصلہ کن مناظرہ، ص ۶۷) (میزان الاعتدال ج ۴، ص ۴۹۹)

(س نمبر ۵۶) عبداللہ ابن مسعود کی مصحف میں پہلی سورۃ بقرہ تھی ...... الخ؟

(جواب:۔) اخبارات و جرائد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لہذا اس سوال کے جواب دہی کی ضرورت ہی نہیں۔

(س نمبر ۵۷) ابن جریر نے کلیب سے روایت کی ہے کہ روز جمعہ عمر ابن خطاب ...... الخ؟

(جواب:۔) اس کا بھی تحریف قرآن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

(س نمبر ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳)

(جواب:۔) یہ اختلاف قرأت کی قبیل سے ہیں۔ ان کا تحریف سے کوئی واسطہ نہیں۔

(س نمبر ۶۴) ابوالاسود نے کہا ابوموسیٰ اشعری نے بصرہ کے قاریوں......الخ؟

(جواب:۔) اس کا جواب نمبر ۳۵ اور نمبر ۳۶ میں گذر گیا۔

(س نمبر ۶۵) عائشہ نے کہا کہ قرآن میں دودھ دس......؟

(جواب:۔) اس کا جواب بالتفصیل نمبر ۸ میں گذر گیا ہے۔

(س نمبر ۶۶) عائشہ نے اپنے خادم ابویونس کو کلام اللہ لکھنے کا حکم دیا......الخ؟

(جواب:۔) یہ روایت تو اختلاف قراءت سے بھی تعلق نہیں رکھتی بلکہ یہ تفسیر ہے، بعض صحابہؓ نے تفسیری الفاظ یادداشت کے لئے اپنے مصاحف میں لکھ لئے تھے اور لکھ لینے کی زیادہ وجہ یہ بھی تھی کہ صلوٰۃ وسطیٰ کی تفسیر میں صحابہؓ کا اختلاف تھا اور ام المومنین رضی اللہ عنہا نے چونکہ اس کی تفسیر میں صلوٰۃ العصر رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، اس لئے انہوں نے الصلوٰۃ الوسطیٰ کے بعد بطور تفسیر صلوٰۃ العصر لکھوا دیا۔

درمنثور جلد اول میں صفحہ ۱۸۷ سے ۲۹۷ تک صلوٰۃ وسطیٰ کی تفسیر میں صحابہؓ کی اقوال نقل کئے ہیں۔ آغاز یوں کیا ہے:

قولہ تعالیٰ والصلوۃ والوسطیٰ اخرج ابن جریر عن سعید بن المسیب قال کان اصحاب رسول اللہ ﷺ مختلفین فی الصلوۃ الوسطی۔

(درمنثور، ج ۱ ص ۱۸۷)

اس کے بعد تمام اقوال جمع کر دیئے ہیں۔ بعض صحابہؓ کا یہ قول ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ کی تعیین معلوم نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نماز فجر ہے، بعض نماز ظہر، حضرت عائشہ، حفصہ، ام سلمہ اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ وہ نماز عصر ہے، ایک روایت

بایں الفاظ ہے:

عن حفصة زوج النبی صلی الله علیه وسلم انها قالت لکاتب مصحفها اذا بلغت مواقیت الصلوٰة فاخبرنی حتی اخبرک بما سمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم فاخبرها قالت اکتب فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول حافظوا علی الصلوات والصلوٰة الوسطیٰ وهی صلوٰة العصر۔

ترجمہ:۔ حضرت حفصہ زوجہ نبی ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے مصحف کے کاتب سے فرمایا جب تم اوقات نماز لکھنے لگو تو مجھے اطلاع دینا کہ میں تم سے وہ بات بیان کردوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ چنانچہ کاتب نے اطلاع دی تو انہوں نے فرمایا کہ لکھو میں نے رسول خدا ﷺ کو سنا، آپ پڑھ رہے تھے کہ حافظوا علی الصلوات والصلوٰة الوسطیٰ اور صلوٰۃ واسطیٰ نماز عصر ہے۔

لیجئے جناب، اس روایت میں ''ھی'' کا لفظ بھی ہے جو اس جملہ کے تفسیر ہونے کو صاف کردیتا ہے۔ دوسری روایت بایں الفاظ ہے۔

عن سالم بن عبدالله ان حفصة ام المؤمنین قالت الوسطیٰ صلوٰة العصر واخرج ابن ابی شیبة عن ابن

مسعود قال الوسطی صلوۃ العصر۔

ترجمہ:۔ سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت حفصہؓ نے فرمایا کہ وسطی نماز عصر ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا وسطی عصر کی نماز ہے۔

اس روایت سے اور بھی صاف ہوگیا کہ صلوٰۃ وسطی کی تفسیر مقصود ہے نہ اور کچھ۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ آیت پہلے یوں نازل ہوئی تھی۔ "حافظوا علی الصلوات والعصر" اس کے بعد "والعصر" کا لفظ منسوخ ہوگیا۔ بجائے اس کے "والصلوۃ الوسطی" کا لفظ نازل ہوگیا۔ چنانچہ در منثور صفحہ ۷۲۳ پر ہے۔

اخرج عبد بن حمید ومسلم و ابوداؤد فی ناسخہ وابن جریر والبیھقی عن البراء ابن عازب قال نزلت حافظوا علی الصلوات والعصر فقرأنا ھا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماشاء اللہ ثم نسخھا اللہ فانزل علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی فقیل لہ اذن صلوٰۃ العصر فقال قد حدثتک کیف نزلت وکیف نسخھا اللہ۔ واللہ اعلم۔

(در منثور، صفحہ ۷۲۳، جلد اول، ط: بیروت)

ترجمہ:۔ عبد بن حمید نے اور مسلم اور ابوداؤد نے اپنی کتاب ناسخ میں اور ابن جریر اور بیہقی نے حضرت براءؓ بن عازب سے

روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا پہلے آیت "حافظوا علی الصلوات و العصر" نازل ہوئی تھی۔ ہم نے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں جب تک خدا کو منظور تھا اس کی تلاوت بھی کی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا اور "حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی" نازل فرمائی تو حضرت براء ابن عازبؓ سے کسی نے کہا کہ اب تو صاف معلوم ہو گیا کہ وسطی نماز عصر ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تم سے بیان کر دیا کہ کس طرح یہ آیت نازل ہوئی تھی اور کس طرح اللہ نے اسے منسوخ کر دیا۔

المختصر در منثور کی روایات دیکھنے سے صاف ہو گیا کہ صلوۃ وسطی کی تفسیر میں حضرت ام المومنین رضی اللہ عنھا نے صلوۃ العصر کی لفظ لکھوائی تھی نہ بطور لفظ قرآنی کے۔ نیز حضرات صحابہؓ کا اس بارے میں اختلاف بھی اس بات کی صاف دلیل ہے کہ یہ تفسیر ہے، کیونکہ اگر یہ قرآن ہوتا تو ان کا آپس میں اختلاف کیسے ہوتا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

(س نمبر ۶۷) بلی قد جاء تک ایتی فکذبت بھا...... الخ؟

(جواب :۔) جناب یہ اختلاف قراءت کی قبیل سے ہے۔ اس سے آیت کے مقصود میں کوئی فرق نہیں آتا۔ لہذا اس کو تحریف قرآن کی طرف زبردستی نہ کھینچئے۔

(س نمبر ۶۸) آنحضرت ﷺ سورۃ الذریات میں انی انا الرزاق ذوالقوۃ المتین پڑھتے تھے...... الخ؟

(جواب :۔) یہ روایت بھی بشرط صحت اختلاف قراءت پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں تحریف کا تصور تک نہیں ہو سکتا۔

(س نمبر ۶۹) امام مالک نے ابن شہاب سے پوچھا، اس آیت کی تفسیر اذا نودی للصلوٰۃ......الخ ؟

(جواب:۔) خود آپ کے سوال میں ہے کہ امام مالکؒ نے ابن شہاب سے آیت کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے تفسیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت کا حوالہ دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ "فاسعوا" کی تفسیر "فامضوا" سے کرتے تھے یا پھر یہ اختلاف قراءت کی قبیل سے ہے۔

(س نمبر ۷۰) ان لاترغبوا عن آباء کلم فانه کفربکم...... الخ ؟

(جواب:۔) جناب اس کو تو خود آپ کے علامہ طبرسی نے بھی تفسیر مجمع البیان میں نسخ کی مثالوں میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ بذیل آیت کریمہ "ماننسخ من ایة" لکھتے ہیں۔

> والنسخ فی القرآن علی ضروب منها ان یرفع حکم الآیة وتلاوتها کماروی عن ابی بکر انه قال کنا نقره لاترغبو عن آبائکم فانه کفر بکم۔

(تفسیر مجمع البیان، ص ۱۸۰)

> ترجمہ:۔ قرآن میں نسخ کئی قسم کا ہوا ہے۔ ازاں جملہ یہ کہ آیت کا حکم اور اس کی تلاوت دونوں منسوخ ہو جائیں۔ چنانچہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم "لاترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم" پڑھا کرتے تھے۔

پس ثابت ہوا کہ آپ کے دامن میں محض بے معنی اعتراضات ہی ہیں۔ علم سے آپ کو کوئی علاقہ ہی نہیں ہے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　　جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

جواب بفضلہ تعالیٰ ومنہ وکرمہ مکمل ہوا بوقت ۳:۲۵ بروز ہفتہ، بتاریخ ۲۸ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ بمطابق ۳ ستمبر ۲۰۰۵ء

فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واکمل

الجواب صحیح
محمد عبدالمجید دین پوری عفی عنہ

کتبہ
محمد انعام اللہ خان بنوی
متخصص فی الفقہ الاسلامی
جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری
ٹاؤن، کراچی نمبر ۵

الجواب صحیح
محمد انعام الحق

صحیح
صالح محمد

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
ابو بکر سعید الرحمٰن

الجواب صحیح
محمد عبدالقادر

الجواب صحیح
شعیب عالم